جمع قرآنِ عظیم اور احادیثِ نبیِ رحیم پر محققانہ تبصرہ

موجودہ دورِ پُر آشوب میں جو فقط قرآن کریم کو واجب العمل بتا رہے ہیں۔
اور احادیث نبی کریم کو بیکار اور بے معنی کہہ رہے ہیں۔
اُن کیلئے اس عجالہ میں لمحاتِ فکر اور سرمۂ تدبر
ذکر حاصل ہے۔

از

علامہ ابوالحسنات قادری
خطیب مسجد وزیر خان وصدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وحدہٗ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ

قرآن کریم

یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ تمام اسلامی تعلیمات کا سرچشمۂ فیض اور انسان کے جسمانی و روحانی اصلاح و فلاح کا ماخذ جمیع علوم اسلامیہ و عربیہ کا مرجع و مرکز۔ مسلمانوں کی ترقی و تمدن اور تانق کا راز سربستہ عالم کی تاریکی و جہالت کو فنا کر دینے والا آفتابِ درخشاں نوعِ انسان کو سعادتِ ابدی اور نجات سرمدی کی منزل مقصود تک پہنچانے والا ہادیٔ برحق صرف اور صرف قرآن مجید فرقان حمید ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس مقدس کتاب کا ذرا بسط کے ساتھ ذکر کرنا مناسب متصور ہوا۔

واقعات متعلقہ نزول قرآن

حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت اور نزول قرآن سے پہلے اولاً رویائے صادقہ نظر آئے۔ پھر ایک روز جبکہ حسب عادت حضور غار حرا میں محو عبادت تھے۔ فرشتہ حاضر آیا اور وحی لایا۔ جس میں حکم ملا پڑھو۔ حضور نے فرمایا۔ میں پڑھنا نہیں جانتا فرشتہ نے حضور کے قریب آکر آپ کو اپنے سینہ سے لگا کر زور سے معانقہ کیا اور کہا پڑھو۔ حضور نے پھر وہی جواب دیا مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ تین بار جب یہی جواب ہوا تو فرشتہ نے کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ
ترجمہ۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے افادات "پڑھو اپنے رب کے نام سے (یعنی قرأت

کی ابتدا اور باآ اللہ کے نام سے ہو، جس نے پیدا کیا (تمام خلق کو) انسان کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو (دوبارہ پڑھنے کا حکم تاکید کے لئے ہے) اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا (اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی) آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا (آدمی سے مراد یہاں آدم علیہ السّلام ہیں اور جو انہیں سکھایا اس سے مراد علم اسما ہے۔ اور ایک قول میں اس سے مراد سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے۔ معالم وخازن)

حضور نے متلوہ آیات کو اپنی زبان مبارک سے ادا فرمایا۔ اور فرشتہ نظروں سے غائب ہوگیا۔ یہ ہے نزول قرآن کی ابتدا۔ یہ واقعہ ماہ رمضان المبارک کے آخری ایام میں پیش آیا۔ اس پر آیۂ کریمہ خود شاہد ہے۔ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ خود اس رات کے تعین میں اختلاف سواۃ ہے۔ جس میں آغاز نزول ہوا۔ بعض کے نزدیک ۲۵ رمضان ہے اور اُن کی تحقیق میں حضور کی اظہار نبوت کا زمانہ بھی اسی تاریخ سے ہے۔ اور بعض نے ۱۷ رمضان لکھی بعض نے ۲۴ بتائی۔ اکثر نے ستائیسویں شب رمضان تسلیم کی

اس کے بعد چند ایام وحی کا نزول رُکا رہا کہ سورۃ المدثر نازل ہوئی۔ پھر تھا تھا قرآن کریم حسب ضرورت باوقات متفرقہ تئیس ۲۳ سال نازل ہوتا رہا۔ بعض سورتیں ایسی بھی ہیں جو یکدم یک وقت آئیں جیسے سورۃ الفاتحہ سورۃ الکوثر۔ اور اس میں آخری سورۃ سورۃ التوبہ ہے۔ اور آیتوں میں سب سے آخری آیت لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ۔ الخ ہے جس کے نو روز بعد وفات قیامت آیات ہوئی۔

مکّی مدنی آیات کیا ہیں؟

نزول قرآن کریم کے لئے کوئی مقام یا کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ اس لحاظ

سے نزول کی شان یہ رہی کہ جب تک حضور کا قیام مکہ معظمہ ہوا نزول بھی مکی رہا اور جب مدینہ میں ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ اس اعتبار سے آیات قرآنی مکی مدنی کہلائیں۔ چنانچہ ۹۳ سورتیں مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں۔ اور ۲۱ سورتیں مدینہ منورہ کے دس سالہ قیام میں نازل ہوئیں۔ پھر آیات مکیہ میں عموماً آپ کو سابقہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے حالات ملیں گے اور آیات مدنی میں مسلمانوں کے لیئے معاملات اور ضروری احکام پائے جائیں گے۔

آیات مکیہ میں زیادہ تر کفر و شرک سے اجتناب خدائے واحد کیطرف رجوع کرنے حشر و نشر پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔

آیات مدنیہ میں اوامر و مناہی کا مکمل قانون ہے۔

مکی آیتوں میں مخاطبہ کفار سے ہے کہیں یَا اَیُّھا النّاس فرما کر کہیں یا اھل الکتاب کہہ کر کہیں یٰبنی آدم کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔

آیات مدنیہ میں عام طور پر مسلمان مخاطب ہیں۔ اس لیئے یا ایھا الذین آمنوا یا کہیں کہیں یا ایھا الناس بھی استعمال ہوا ہے۔

تقسیم قرآن کریم

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کی طرف سے قرآن کریم ۱۱۴ سورتوں میں منقسم ہے ہر سورت بجائے خود ایک مستقل فصل ہے اور مختلف تعداد کی آیات پر مشتمل۔

قرآن کریم میں کل چھ ہزار آیتیں ہیں۔

صحابہ کرام نے انہیں سات منزلوں میں تقسیم کر دیا تاکہ ایک ہفتہ میں تمام قرآن کریم ختم کر سکیں۔

عہد حجاج بن یوسف میں قرآن کریم تیس ۳۰ پاروں اور ہر پارہ ربع

نصف اور ثلث میں تقسیم کیا گیا اور رکوع وقف وغیرہ علامات بعد میں مقرر ہوئے۔

سورتوں کا آغاز

سورتیں دس طریقوں سے شروع ہوئیں:۔

۱۔ چودہ سورتوں میں شروع حمد وثناء الٰہی ہے۔ ان میں سے پانچ الحمد کے ساتھ ہیں۔ دو تبارک کے ساتھ اور سات لفظ سبحان اور اس کے مشتقات کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔

(۲)۔ انتیس ۲۹ سورتیں حروف مقطعات سے شروع ہیں۔ جیسے الم۔ المص الرا۔ ق۔ ن۔ کھیٰعص۔ یٰس۔ حم۔ حمعسق وغیرہ

۳۔ دس ۱۰ سورتیں بلفظ ندا شروع ہوتی ہیں۔ ان میں سے پانچ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالفاظ مختلفہ مخاطب کئے گئے ہیں اور پانچ میں امت مرحومہ کو ندا کی گئی۔ حضور کے مخاطبہ والی یا ایھا المزمل۔ یا ایھا المدثر وغیرہ ہیں۔ اور امت کے مخاطبہ میں یا ایھا الذین اٰمنوا وغیرہ الفاظ ہیں۔

۴۔ تیئس ۲۳ سورتوں میں جملہ خبریہ سے شروع ہے۔ جیسے یسئلونک عن الانفال یا برأۃ من اللہ وغیرہ۔

۵۔ پندرہ ۱۵ سورتوں کو قسم کے ساتھ شروع کیا گیا جیسے والضحیٰ۔ والیل۔ والتین۔ والعصر وغیرہ۔

(۶)۔ سات سورتوں کی ابتدا حرف شرط سے ہوئی جیسے اذا وقعت الواقعہ۔ اذا زلزلت الارض۔ اذا جاء نصر اللہ وغیرہ۔

۷۔ چھ سورتیں صیغہ امر سے شروع ہیں۔ جیسے قل اوحی۔ قل یا ایھا

الکافرون - قل ھو اللہ احد - قل اعوذ برب الفلق - قل اعوذ برب الناس وغیرہ -

۸ - سات سورتیں بصیغہ استفہام شروع ہیں - جیسے ھل اتی - عم یتساءلون - ھل اتٰک - الم نشرح - الم تر وغیرہ -

۹ - تین سورتیں توبیخ کے ساتھ شروع ہیں - جیسے ویل للمطففین ویل لکل ھمزۃ لمزۃ - تبت یدا ابی لھب -

اس تفصیل سے ۱۱۴ سورتوں کی تصریح ہے -

آیاتِ احکام

آیات احکام کی تعداد میں اختلاف ہے لیکن بلحاظ صراحت ان کی تعداد ۱۵۰ ملتی ہے - اور باعتبار اقتضاء حکم پانچسو آیات موجود ہیں -

شانِ نزول کی تصریح

قرآن کریم کی بعض آیتیں کسی خاص سوال کے جواب میں یا کسی خاص واقعہ کے پیش آجانے پر نازل ہوئیں - یہی سوالات یا واقعات آیات متعلقہ کا شان نزول کہلاتا ہے - ہرچند باتفاق جمہور صحابہ و تابعین آیۂ کریمہ کے مفہوم عام کو شان نزول کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جاتا - لیکن تاہم علمائے مفسرین نے شان نزول کی طرف بھی پوری توجہ مبذول فرمائی ہے تاکہ ان کے بیان کرنے سے آیت کے معانی اچھی طرح سمجھ میں آجائیں -

ترتیب قرآن کریم

یہ امر تو ظاہر ہو چکا ہے کہ قرآن کریم نجماً نجماً متفرق طور پر تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا - اور بعض سورتیں وہ ہیں جو بیک وقت نازل ہوئیں اور اکثر وہ ہیں۔ جو تھوڑی تھوڑی نازل ہوتی رہیں اور ایک عرصہ کے بعد مکمل ہوئیں۔

ایسا بھی ہوا کہ ابھی ایک سورت ختم ہونے نہ پائی تھی کہ دوسری سورۃ نازل ہونی شروع ہو گئی۔ بعض موقعہ پر دو مختلف سورتوں کی آیتیں ایک ہی وقت میں نازل ہوتی جاتی تھیں۔ اس سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم موجودہ ترتیب کے ساتھ نازل نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔

یہی وہ چیز ہے جسے بعض جماعتیں بلبلوں پر اٹھائے پھرتی اور انواع اقسام کی بدگمانیاں عوام میں عام کرتی رہی ہیں۔ لیکن موجودہ ترتیب صحابہ کرام میں سے کسی نے اپنی رائے سے نہیں کی بلکہ یہ ترتیب آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی خود بتلائی۔

قرآن کریم میں ترتیب دو قسم کی ہے۔

اول:۔ ترتیب آیات قرآنی دوم۔ ترتیب سُور قرآنی

ترتیب آیات بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب منشاء الٰہی فرشتہ وحی کے بتانے سے فرمائی۔ اور اس کی احتیاط اس درجہ ملحوظ رکھی گئی کہ بوقت نزول وحی فوراً کسی کاتب وحی کو بلا کر لکھوا دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورۃ میں فلاں موقعہ پر لکھی جائے۔

رہی ترتیب سُور اس کے متعلق کچھ اختلاف ہے۔ لیکن علمائے محققین کی یہی تحقیق ہے کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ ہے۔ تصریح آگے ملاحظہ کریں۔

امام احمد سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توریت کے بدلے مجھے سبع طوال اور زبور کے عوض مئین اور انجیل کے بدلے مثانی عطا ہوئیں۔

اور یہ میری فضیلت ہے کہ ان سب سے علاوہ مجھ کو مفصل بھی عطا کی گئیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ

سُوَرْ کی ترتیب عہدِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکی تھی۔ کیونکہ اس حدیث میں جس ترتیب سے سورتوں کا بیان ہے۔ وہ اُسی ترتیب پر ہے جو ترتیب اس وقت قرآن کریم میں سورتوں کی ہے۔ اس کی وضاحت ملاحظہ ہو۔

سبع طوال سے مراد ابتدائی وہ سات بڑی سورتیں ہیں جو بقرہ سے شروع ہوتی ہیں اور یونس پر ختم۔

مئین سے مراد کم وبیش سو سو آیتوں کی وہی سورتیں ہیں جو یونس سے فاطر تک موجود ہیں۔

مثانی سے مراد یٰسٓ سے ق تک وہ سورتیں ہیں۔ جن میں مضامین مکرر بیان کئے گئے۔ اور مفصل سے مراد وہ چھوٹی سورتیں ہیں جو سورۂ ق سے سورۂ ناس تک ہیں۔

بنابریں واضح ہو گیا کہ قرآن کریم کی ترتیب آیات وسُوَر دونوں سرکار ابد قرار صاحب وحی الٰہ الابصار کی نگرانی میں ہوئی اور اس میں کسی قسم کا تبدل و تغیر کسی ہاتھ اور کسی قلم کے ذریعہ نہ ہوا اور ہونا بھی نہیں چاہیے تھا۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں خود ارشاد ہے۔ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ ترجمہ:۔ یہ (قرآن) بڑی باوقعت کتاب ہے۔ جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے۔ یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون ۝

ہم نے ہی ذکر یعنی قرآن نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

ربطِ آیات وربطِ سُور

آیات قرآن کریم اور سُور فرقان عظیم میں ایسا لطیف ربط اور حیرت انگیز تسلسل ہے کہ دنیا میں دنیا کی کسی اور کتاب میں ملنا محال ہے۔ سچ ہے قرآن پاک کلام خالق ہے اس کی خوبیوں کو مخلوق کا کلام کیسے پہنچ سکتا ہے۔

کلام الملک ملک الکلام

جس طرح اس کلام معجز نظام کی فصاحت و بلاغت ارفع و افضل ہے۔اسی طرح اُس کی آیتوں سورتوں کا باہمی تناسب و تسلسل بے مثل ہے۔ طاقت بشری اُس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جو طبقہ قرآن کریم کی بے ترتیبی محسوس کرتا ہے۔ وہ یقیناً نادان کم فہم کم علم ہے۔ نقادان یورپ فن عربی میں مہارت حاصل کر کے جب اس کلام معجز نظام کو دیکھتے پڑھتے ہیں۔ تو باوجود متعصب عیسائی ہونے کے کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ رسول عربی جو اُمی تھے ان کا یہ کلام نہیں ہوسکتا۔ درحقیقت یہ کلام تو خالق انام ہی کا ہے کہ ترتیب کلام میں وہ لطافت نہیں۔ جو اس کلام کی بے ترتیبی میں ہے۔ اسی کو لف ونشر غیر مرتب کہتے ہیں۔ ماہرِ فن ہی اس سے کچھ لذت کش و بہرہ اندوز ہو سکتا ہے۔

اندھیری رات میں جب ہم اپنے پلنگ پر لیٹ کر گلشن سماوی کے نورانی پھولوں کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو اُن کی چمک دمک خوبصورتی و دلآویزی ہماری عقل کو حیران کردیتی ہے۔ مگر اُن کی بے ترتیبی سے اُن کا بکھرا ہوا ہونا دل کو سخت کوفت پہنچاتا ہے۔ اُس وقت جی چاہتا ہے کہ جس طرح انگریزی باغوں میں پھولوں کی کیاریاں دل آویز ترتیب سے سجی ہوتی ہیں۔ اگر اسی طرح یہ بھی ہوتے تو ان کی جاذبیت دوبالا ہوتی۔ یہ بھی کوئی خوبی ہے کہ ایک بڑا ستارہ یہاں ہے تو دوسرا وہاں۔

ایک کونہ میں کہیں ایک گچھہ ہے تو کہیں پلنگ بچھا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا قدرت نے نور کی کلیاں مٹھی میں بھر کر اچھالدی ہیں۔ اور وہ نہایت بے ترتیبی سے بکھری ہوئی پڑی ہیں۔

لیکن ایک ہیئات داں ماہر علم نجوم سے پوچھو تو وہ بتائے گا کہ ان بکھرے ہوئے پراگندہ ستاروں میں باہمی تناسب کیا ہے اور اُن کا قانون وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ کے ماتحت بحر و بر میں کس کس شان کی رہنمائی کر رہا ہے۔ ایسے ہی مخالفین نادان اور معاندین انسان نما حیوان اگر ربط آیات کو نہیں سمجھ سکتے تو وہ معذور ہیں۔ چاہیئے تو انہیں یہ تھا کہ ماہرین فن سے رجوع کرتے تو ان کی آنکھیں کھل جاتیں۔

علامہ ابوجعفرؒ نے البرہان فی مناسبت ترتیب سُور القرآن ایسے ہی غلط کاروں کی اصلاح کے لئے تالیف کی۔ بہت سی تفاسیر اس خاص عنوان پر لکھی گئیں۔ اُن میں آیات کا باہمی ربط ہی دکھایا گیا۔ تفسیر اسرار التنزیل علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس فن میں ایک معتبر تفسیر ہے۔ اردو میں تفسیر حقانی نے بھی اس مبحث کو واضح کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اس کا التزام کیا۔ علامہ برہان الدین کی تالیف نظم الدرر فی تناسب الآیۃ والسور ہی اگر سمجھ کر پڑھ لی جائے تو اندھوں کی آنکھ روشن ہو جائے۔

اور اس کے بعد فواتح سُوَر اور مقاطع کی مناسبت دیکھ کر تو حیرت ہو جانا پڑیگا سیوطی کی تصنیف مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع اور علامہ کرمانی کی کتاب عجائب قابل ملاحظہ ہیں۔

مسئلہ کتابت وجمع القرآن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نزول وحی ہوتا تو علی الفور آپ کاتب وحی کو بلا کر لکھوا دیا کرتے تھے۔ اور یہ محکمہ کاتبان وحی کا چند منتخب معتبرین مشہورین صحابہ سے تھا۔ مکہ معظمہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ پر مشتمل تھا۔ یہ ہر سہ حضرات اس خدمت پر مامور تھے۔

مدینہ منورہ میں یہ محکمہ ان ہر سہ افراد کے علاوہ بڑھا دیا گیا۔ چنانچہ مدینہ میں کاتبان وحی یہ تھے۔ صدیق۔ عثمان۔ علی اسد اللہ۔ زبیر بن العوام۔ حنظلہ بن الربیع۔ ابی بن فاطمہ۔ زید بن ثابت۔ عبداللہ بن ارقم۔ عبداللہ بن رواحہ۔ معاویہ بن سفیان۔ خالد بن سعید رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مختصر یہ کہ حضور نے قرآن کریم اول سے لے کر آخر تک حسب بالترتیب لکھوا دیا تھا۔ پھر آپ ہی کے عہد مبارک میں دوسرے صحابہ کرام نے بھی اس کی بہت سی نقلیں لے لیں۔ البتہ یہ نقلیں اس زمانہ کے کاغذوں پتھر کی تختیوں بکری دنبہ کی پوستوں شانوں پسلیوں وغیرہ میں تھیں۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام کے حافظے نہایت تیز تھے۔ انہیں تلاوتِ قرآن کریم کا شوق بھی بے حد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عہد رسالت مآب میں ہی بڑے بڑے مہاجرین و انصار نے قرآن کریم حفظ بھی کر لیا تھا۔ اور اس طرح حفاظ کی ایک معتدبہ جماعت بھی بن گئی تھی۔ مگر باوجود ان تمام امور کے عہد نبوت تک اوراق قرآن کریم مجموع نہ تھے بلکہ کچھ کہیں کچھ کسی کے پاس موجود تھے۔

اسی حالت میں یہ عہد نبوت ختم گذرا۔ عہد صدیقی آیا۔ مسیلمہ کذاب نے اپنے تین لاکھ ساتھی منظم جمع کر رکھے تھے۔ جب اسے مایوسی ہو چکی تھی کہ خلافت کی مسند اسے ہرگز نہیں مل سکے گی۔ اس نے بغاوت کر ڈالی۔ ادھر سے دفاعی نظام کے لئے جانبازان

اسلام بڑھے۔ مختصر یہ کہ اس جنگ میں بہت سے حفاظ شہید ہو گئے۔ یہی وہ جنگ ہے جسے جنگ یمامہ کہتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب مبارک میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے گئے تو قرآن کریم کی حفاظت میں بہت دقت ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ نے صدیق اکبر کی خدمت میں قرآن کریم زیادہ محفوظ کرنے کا مشورہ پیش کیا۔ چونکہ یہ مشورہ وہ تھا جو من جانب اللہ فاروق کے دل الہام منزل میں القا ہوا تھا۔ صدیق اکبر نے بھی اونے غور و تدبر کے بعد اس مشورہ سے اتفاق فرمایا۔ نیز سیاست مذہبی بھی اس کی مقتضی تھی۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت وغیرہ حفاظ صحابہ کو اس امر کا حکم دیا اور بحمد اللہ تعالیٰ سارا قرآن عظیم یکجا ہو گیا۔ ہر سورت ایک جدا صحیفہ میں تھی۔ وہ صحیفہ تا حیات صدیقی حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بعد حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم اور ان کے بعد حضرت ام المومنین حفصہ بنت الفاروق زوجہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔

تجوید و قرأتِ قرآن کریم کے اختلافیات

عرب میں ہر قوم و قبیلہ کی زبان بعض الفاظ کے تلفظ میں مختلف تھی۔ مثلاً حرف تعریف میں کوئی الف لام کہتا تھا۔ کوئی الف میم۔ چنانچہ اس لغت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبیلہ کے آدمی کو اسی طرح اس کی لغت میں حدیث فرمائی۔ لَیْسَ مِنَ امْبِرِّ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ جو محاورہ قریش میں لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ تھا۔ اسی طرح بعض قبائل علامات مضارع حروف اَتَیْنَ کو مفتوح پڑھتے اور کوئی مکسور۔ ماشبہ بہ لیس کی خبر کو کوئی

منصوب کرتا کوئی مرفوع۔ اِنّ و اَنّ وغیرہا کے اسم کو کوئی نصب دیتا کوئی رفع پر رکھتا۔ بعض قبائلی ہر جگہ ب کو م بولتے اور م کو ب۔ تاء رحمۃ وغیرہا کو حالت وقفی میں کوئی ہ کہتا کوئی ت۔ منصوب منوّن پر کوئی الف سے وقف کرتا کوئی حرف سکون سے۔ بعض مرفوع و مجرور پر بھی واؤ اور یا سے وقف کرتے۔ بعض قومیں حروف مدہ سے حرکات موافقہ پر قناعت کرتیں۔ اعوذ کو اُعَذُ تعالیٰ کو تعالَ وغیرہ ذالک کہتیں۔ اس قسم کے بہت سے تفاوت لہجہ طرز ادا کے تھے۔ جیسا کہ ہمارے محاورہ میں بعض آم کو آم کہتے ہیں اور بعض امب اور بعض انبہ بولتے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کے تفاوت سے اصلی معنی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی تھی۔ لیکن چونکہ قرآن کریم خاص لغت قریش پر اترا تھا اور صاحب قرآن حبیب الرحمان بھی قریشی تھے۔ شعر

گلبن تو کہ زگلزار قریشی گل کرد ✦ زاں سبب آمدہ قرآں بہ زبانِ قرشی

زمانہ اقدس حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم میں جبکہ قرآن کریم نیا نیا اترا تھا اور ہر قوم و قبیلہ کو اپنی مادری لہجہ و قدیمی عادت کا دفعتہً بدل دینا دشوار تھا۔ آسانی فرمائی گئی تھی کہ ہر قوم عرب اپنے طرز و لہجہ میں قرأت قرآن کر لے۔

زمانہ نبوت کے بعد شدہ شدہ اقوام مختلفہ سے بعض بعض لوگوں کے ذہن میں جم گیا کہ جس لہجہ و لغت میں ہم پڑھتے ہیں اسی میں قرآن کریم نازل ہوا ہے اور یہی درست ہے۔ حتیٰ کہ زمانۂ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں بعض لوگوں کو اس بات پر باہم جنگ و جدل اور زد و کوب کی نوبت پہنچی۔ ایک کہتا کہ قرآن اس لہجہ میں ہے دوسرا کہتا نہیں بلکہ اس لہجہ میں ہے۔ ہر ایک اپنی لغت پہ دعویٰ کرنے لگا۔ جب یہ خبر امیر المومنین غنی کی بارگاہ میں پہنچی آپ نے سب کو بلا کر فرمایا تم لوگوں میں ابھی سے یہ اختلافات پیدا ہونے لگ گئے تو آئندہ کیا ہوگا

اس کا سدِ باب کرنا لازمی ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسد اللہ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ اور دیگر اعیان صحابہ کے مشورہ سے فیصلہ کیا کہ اب ہر قوم کو اس کے لب و لہجہ میں پڑھنے کی اجازت دینا مصلحت نہیں بلکہ اس سے فتنہ اٹھتا ہے۔ لہٰذا تمام امت کو خاص لغت قریش پر جس میں قرآن عظیم نازل ہوا ہے جمع کر دینا اور باقی لغات سے روکنا لازمی ہے۔

چنانچہ حکم ہوا کہ صحیفۂ خلیفۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ ہیں منگا کر ان کی نقلیں لیکر تمام سورتیں ایک مصحف میں جمع کریں اور وہ مصاحف بلادِ اسلام میں بھیجدیں تاکہ سب اسی امر کا اتباع کریں۔ اس کے خلاف اپنی اپنی طرز ادا کے مطابق جو صحائف یا مصاحف بعض لوگوں نے لکھے ہیں۔ رفع فتنہ کے لئے تلف کر دئے جائیں۔ اسی رائے صائب کی بنا پر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا کہ صحیفۂ صدیقی جو حضور نے جمع کرا کر صدیق کی حفاظت میں دیدئے تھے بھیجدیجئے تاکہ ہم ان کی نقلیں لے کر بلادِ اسلامی کو بھیجیں اور اصلی آپ کو واپس کر دیں۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے بھیجدئے۔ امیر المومنین غنی نے زید بن ثابت عبد اللہ بن زبیر۔ سعید بن عاص۔ عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو نقلیں کرنے کا حکم دیا۔ وہ نقلیں مکہ معظمہ و شام و یمن بحرین وغیرہ کو بھیجدی گئیں اور ایک نقل مدینہ طیبہ میں رہی اور اصلی صحیفے جمع فرمودہ صدیق جن سے یہ نقلیں ہوئی تھیں واپس حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھیجدی گئیں۔ جیسا کہ اتقان میں ہے۔ اس کی اصل مفصل صحیح بخاری میں یوں ہے۔ حدثنا موسیٰ قال حدثنا ابراھیم قال حدثنا ابن شہاب ان انس بن مالک حدثہ ان حذیفۃ بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی اھل الشام فی

فتح ارمینیہ واذربایجان مع اہل العراق فافزع حذیفۃ اختلافہم فی القرأۃ فقال حذیفۃ لعثمان یا امیرالمومنین ادرک ہذہ الامۃ قبل ان یختلفوا فی کتاب اللہ ترجمہ۔ موسیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے ابراہیم نے کہا انہیں ابن شہاب نے فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہم درضو عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت اہل شام فتح ارمینیہ اور آذربائیجان سے اہل عراق کے ساتھ جنگ کر رہے تھے تو حضرت حذیفہ اختلاف قرأت سے گھبرائے اور حضرت عثمانؓ سے عرض کی۔ امیرالمومنین امت کو اختلاف میں پڑنے سے پہلے سنبھال لیجئے ورنہ کتاب اللہ میں اختلاف کا سخت خطرہ ہے۔"

معترضین کا محض وہم یا ظن معاذاللہ دفن کرنے یا کسی طرح تلف کرا دینے کا محض وہم ہی ہے۔ خالص کذب اور صریح جھوٹ ہے۔ وہ مبارک صحیفے خلافت عثمانی پھر خلافت مرتضوی پھر خلافت امام حسن پھر خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم تک بعینہا محفوظ تھے۔ حتیٰ کہ مروان نے انہیں لیکر چاک کر ڈالا۔

بالجملہ اس حقیقت میں کوئی گنجائش وہم نہیں کہ اصل جمع قرآن بحکم رب العزۃ حسب الارشاد حضور پرنور سید الاسیاد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گیا تھا سب سورتوں کا یکجا کرنا باقی تھا سو وہ امیرالمومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بمشورہ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جمع کر دیا۔ پھر بھی جمع صدیقی کی نقلیں بصورت مصاحف امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ بمشورہ امیرالمومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بلاد اسلام میں شائع کر دیں۔ اور تمام امت کو اصلی لہجہ قریش پہ مجتمع ہونے کی ہدایت فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ جامع القرآن عثمان رضی اللہ عنہ کہلاتے ہیں ورنہ حقیقتاً جامع رب العزت تعالیٰ شانہ ہے کما قال اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ

وَقِسْ اَنْفَہٗ۔ اور بنظرِ ظاہر اس کے جامع حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہیں۔ اور ایک جگہ اجتماع کے لحاظ سے سب میں پہلے جامع القرآن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ حاکم مستدرک میں بشرط بخاری ومسلم حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نُؤَلِّفُ الْقُرْاٰنَ فِی الرِّقَاعِ یعنی ہم زمانۂ اقدس حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن پارچوں میں جمع کرتے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں۔ قَدْ کَانَ الْقُرْاٰنُ کُلُّہٗ کُتِبَ فِیْ عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم غَیْرَ مَجْمُوْعٍ فِیْ مَوْضِعٍ وَّاحِدٍ وَّلَا مُرَتَّبِ السُّوَرِ۔ یعنی قرآن کریم تمام کا تمام عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھ لیا گیا تھا، لیکن غیر مجموع تھا۔ ایک جگہ جمع نہیں تھا اور اس کی سورتیں غیر مرتب تھیں۔

ابو داؤد شریف میں سند حسن سے عبد خیر راوی ہیں قال سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ اَعْظَمُ النَّاسِ فِی الْمَصَاحِفِ اَجْرًا اَبُوْبَکْرٍ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ھُوَ اَوَّلُ مَنْ جَمَعَ کِتَابَ اللّٰہِ۔ مصاحف میں سب سے زیادہ ثواب ابو بکر کا ہے۔ اللہ ابو بکر پر رحمت کرے سب سے پہلے انہیں نے قرآن جمع فرمایا۔

اس بنا پر امام اجل عارف باللہ حارث محاسبی رضی اللہ عنہ نے کتابت قرآن کریم کو سنت سنیہ مصطفےٰ فرمایا۔ اور اس کے لکھنے لکھانے کے متعلق فیصلہ کیا کہ یہ بدعت نہیں ہے بلکہ سنت ہے حیث قال فی کتابہ فہم السنن کِتَابَۃُ الْقُرْاٰنِ لَیْسَتْ بِمُحْدَثَۃٍ فَاِنَّہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کَانَ یَاْمُرُ بِکِتَابَتِہٖ قرآن کریم کا لکھنا تو زمانۂ اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

میں بحکم اقدس ہو چکا تھا۔ یہ آج کوئی نئی بات نہیں نقلہ فی الاتقان۔

پھر ابوبکر بن ابی داؤد بسند صحیح سے حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں قال قال علی رضی اللہ عنہ لا تقولوا فی عثمان الا خیراً فواللہ ما فعل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملأ منا قال فما تقولون فی ھذہ القرأت فقد بلغنی ان بعضھم یقول ان قرأتی خیر من قرأتک وھذا یکاد یکون کفرا قلنا فما ترٰی قال اریٰ ان نجمع الناس علیٰ مصحف واحد فلا یکون فرقۃ ولا اختلاف قلنا فنعم ما رئیت یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا عثمان کے حق میں سوا کلمۂ خیر کے کچھ نہ کہو خدا کی قسم معاملہ مصاحف میں انہوں نے جو کچھ کیا ہم سب کے مشورہ اور اتفاق سے کیا انہوں نے ہم سے کہا کہ تم ان مختلف لہجوں میں کیا کہتے ہو۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ لوگوں سے کہتے ہیں میری قرأت تیری قرأت سے اچھی ہے اور یہ بات کفر کے قریب تک پہنچی ہے۔ ہم نے کہا بھلا آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا میری رائے یہ ہے کہ سب لوگ ایک مصحف پر جمع کر دئے جائیں تاکہ پھر نزاع اور اختلاف نہ ہو۔ ہم سب نے کہا آپ کی رائے بہت خوب ہے۔

اور عہد مروان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا صحیفہ ضائع کر دینے کی سند امام قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں فکانت عندھا حتی توفیت وہ مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا حتیٰ کہ وفات پائی۔ فاخذھا مروان حین کان امیرا علی المدینۃ من قبل معاویۃ رضی اللہ عنہ فامر بھا فشققت وقال تو اُسے مروان نے اس وقت لیا جبکہ وہ امیر مدینہ ہوا حضرت معاویہ رضؓ سے پہلے اور اس نے اس کے چاک کر دینے کا حکم دیا اور کہا انما فعلت ھذا لانی خشیت ان طال بالناس زمان ان یرتاب

فیھا من کتاب رواہ ابن ابی داؤد۔

پھر قرآن کریم نے نہایت لطیف پہلو سے ابتداء قرآن کریم میں ہی جامعین قرآن کی طرف اشارۃً وضاحت فرمادی جو زبرو بیّنات ہیں مقطعات کے ذریعہ معنی تاویلی سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں سورہ بقرہ کا شروع الٓمّٓ ہے یہ حروف مقطعات سے ہے۔ جس کے معنی میں مفسرین کرام نے عموماً اللہ اعلم بمرادہٖ فرمایا ہے۔ لیکن اگر اس کے معنی تاویلی رنگ میں ایسے حاصل ہو جائیں کہ کتاب وسنت سے منطبق ہوں تو مقبول ہونے چاہئیں۔

بایں خیال بغرض تفریح خاطر ناظر مندرجہ ذیل معنی ملاحظہ ہوں۔ اس سے کلام پاک کی جامعیت پر مزید مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

الف۔ لام۔ میم۔ بقاعدہ ابجد الف کا عدد ایک ہے اور لام کے تیس ۳۰ میم کے چالیس ۴۰۔ گویا رب العزت جلت و مجدہ عز اسمہ نے ان تین حروف میں بتایا کہ واحد لم یزل نے بےمثل کلام عدیم النظیر ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ تیس ۳۰ پاروں میں چالیس سال کی عمر میں نازل فرمایا۔ پھر اس کے جامع بتائے اور اسطرح ان کا تعارف کرایا کہ ل کے تیس ۳۰ عدد م کے چالیس ۴۰ عدد دونوں جمع کئے جائیں تو ستر کا عدد حاصل ہوگا۔ گویا فرمایا واحد لم یزل نے بےمثل کلام عدیم النظیر ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ جو نازل فرمایا ہے۔ عام اسباب میں اس کے ظاہری جامع خلفائے راشدین سے وہ ہونگے جن کے اسمائے گرامی کا پہلا حرف ع ہوگا۔ چنانچہ جامع قرآن عبداللہ بن ابی قحافہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق عثمان ذی النورین مولاء کائنات علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہوئے۔

وللہ الحمد

مضمون بالا کے مطالعہ سے ہر سنجیدہ کا خیال [illegible] ہو جائے گا کہ موجودہ

مصحف مقدس بالکل مصحف عثمانی ہے اور مصحف عثمانی بعینہٖ مصحف صدیقی ہے اور مصحف صدیقی بالکم وکاست اور بغیر ایک حرف کی کمی و بیشی کے وہی تھا جو ہمارے نبی کریم رؤف رحیم پر نازل ہو کر عہد نبوت میں ہی لکھا اور پڑھا گیا۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ معاندین و مخالفین اسلام بھی اس کے قائل ہیں۔

البتہ فرقہ شیعہ کی ایک جماعت غالیہ اپنے عقائد فاسدہ کی تائید میں یہ کہتی ہے کہ معاذ اللہ یہ قرآن ناقص ہے۔ اس میں سے کچھ حصہ جو آل رسول کی شان میں تھا وہ اس سے نکال دیا گیا اور اس کی مثالیں لایعنی صورت میں آیات قرآنیہ سے پیش کر کے بتاتا ہے۔

اس کا خلاصہ ہم اپنی کتاب صبح نور میں لکھ چکے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ ان کی معتبر کتابیں اس عقیدہ کی تائید میں بہ پابندیٔ ابواب خامہ فرسا ہیں۔ کافی کلینی تفسیر صافی جیسی اصح الکتب اس عقیدہ کی مؤید ہیں۔ لیکن موجودہ علماء شیعہ و مجتہدین بہ تقیہ یا بلا تقیہ اس کے مخالف ہیں اور بظاہر اہلسنت کے اعتقاد کے مطابق قرآن کریم کے محفوظ ہونے کے اقراری ہیں۔

قرآن کریم کا اسلوب بیان

زمانہ جاہلیت میں بھی اہل عرب کو فصاحت و بلاغت کا ایک قدرتی مذاق حاصل تھا۔ مرد عورت چھوٹے بڑے غلام آقا سب ہی تو اس چاشنی سے بہرہ مند تھے۔ اپنی فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں غیر عرب کو عجمی یعنی گونگا خیال کرتے تھے۔

ان کے شعرا و خطبا خاص طور سے ماہر فن اور قادر الکلام ہوتے تھے ایک دوسرے کے مقابلہ میں اس زور و شور سے قصائد کہا کرتے تھے کہ اس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ ادبی میں نہیں ملتی۔ انہیں اپنی حلاوت زبان سلاست بیان پر اتنا ناز

تھا کہ میدان فصاحت و بلاغت میں کوس لمن الملک بجاتے اور ھل من فصیح ھل من شاعر کے آوازے لگاتے تھے۔ اپنی نظمیں اپنے خطبے دیوار کعبہ پر آویزاں کر کے طلب معارضہ کرتے۔ لیکن جب قرآن پاک نازل ہوا تو اس کے اسلوب بیان کو دیکھ کر حیران ششدر رہ گئے۔ کیونکہ ترکیب کی نزاکت۔ کلمات کی لطافت مضمون کی جامعیت فصاحت و بلاغت کی کیفیت فطرت عرب سے کہیں بالاتر تھی۔ باوجود اس کے کہ قرآن کریم نے بار بار فصحاو بلغاء عرب سے مطالبہ کیا کہ قرآن جیسی ایک سورۃ بنا لاؤ مگر کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔

فاتوا بسورۃ من مثلہ بھی فرمایا اور لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا کہہ کر بھی انہیں اُکسایا وادعوا شھداءکم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین کا بھی اعلان ہوا۔ مگر بقول اعلٰحضرت یہ حال ہو گیا کہ ؎ تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں۔

ایک دفعہ کسی صحابی نے شعراء عرب کے دکھانے کو سورہ انا اعطینٰک الکوثر لکھ کر دیوار کعبہ پر لٹکا دی شعرا نہایت غور و خوض سے پڑھتے تھے لیکن دم نہ مار سکے۔ آخر ایک نامی گرامی شاعر آیا اور اس کے آگے لکھ گیا۔

ما ھذا الکلام ما لبشر

سکاکی جو فن معانی و بیان کا مسلم الثبوت امام تھا کہتا ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز ایک ذوقی اور وجدانی کیفیت ہے جو طبیعت کو محسوس ہوتی ہے۔ لیکن زبان سے بیان نہیں ہو سکتی۔ اس کا طرز بیان ایسا مؤثر ہے کہ بہت سے شدید ترین کفار عرب کے سنگین دل محض چند قرآنی آیتیں سن کر موم ہو گئے اور انہیں آخر ایمان لانا پڑا۔

یہ بھی اسلوب قرآنی کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ ایک طرف جاہل سے جاہل اس کو بے تکلف سمجھ سکتا ہے تو دوسری طرف علامہ دھر کی عقل بلند و فہم عالی اس کے علوی معانی و مضامین کے سامنے کوتاہ نظر اور قاصر الفہم ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کی تفسیر میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالو تو بھی تمام اسرار منضبط نہیں ہو سکتے اور سیدھے سادے معنی بیان کرو تو محض ترجمہ چند فوائد ضروریہ کیلئے کافی و وافی ہے۔

اس کے الفاظ میں وہ جاذبیت و حلاوت ہے کہ جو معنی نہیں سمجھ رہا وہ بھی محظوظ ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی ضخیم کتاب کا حفظ کر لینا عالم اور جاہل کے لئے آسان ہے۔

مضامین قرآن عظیم

قرآن کریم میں بظاہر آپ کو تین قسم کے مضامین ملیں گے۔

(۱)۔ اللہ تعالٰے کی تسبیح و تنزیہہ۔ توحید و تمجید۔

(۲)۔ امم سابقہ کے حالات اور انبیاء سابقہ کے قصص۔

(۳)۔ احکام متعلقہ معاش و معاد۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

(۱)۔ حمد و معرفت الٰہی حاصل ہونے سے انسان اپنے خالق برحق رازق مطلق کی طرف رجوع ہو سکتا ہے پھر اس کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ کسی اور کے آگے گردن جھکانے کو آمادہ نہیں ہو سکتا۔

(۲)۔ قصص امم سابقہ کے بیان کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ ان کے حالات سن کر عبرت حاصل ہو اور کفر و شرک گناہ و عصیان سے بچ کر صراط مستقیم پر چلنے کی طرف میلان بڑھے جو قرآن کریم کا مقصد اصلی ہے۔

۳- احکام کے بیان کا یہ فائدہ ہے کہ انہیں سن کر انسان سمجھ سکے گا۔ کہ اُسے دنیا میں کیا کیا کام کرنے چاہئیں اور کیا کیا نہیں۔ کس طرح اس کی زندگی گمراہی سے محفوظ ہو سکتی ہے۔ ضلالت سے وہ کیسے مجتنب رہ کر منزل مقصود حاصل کر سکتا ہے۔ آخرت میں وصال الٰہی کا شرف اُسے کیسے مل سکتا ہے

اب آپ آیات قرآنیہ سے نوعیت مضامین ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) هو الله الذى لا اله الا هو۔ عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم۔ هو الله الذى لا اله الا هو۔ الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون۔ هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنىٰ۔ يسبح له ما فى السمٰوٰت والارض و هو العزيز الحكيم۔ پ ۲۸۔ سورہ حشر

(۲) له ما فى السمٰوٰت وما فى الارض۔ پ ۳۔ بقرہ

(۳) الحمد لله رب العالمين۔

(۴) مالك يوم الدين۔

(۵) رب العالمين۔

(۶) اجيب دعوة الداع اذا دعان۔

(۷) هو الحى القيوم۔

(۸) قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد

(۹) مالك الملك تؤتى الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير۔ انك على كل شئ قدير

(۱۰) ان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء پ ۳۔ آل عمران

اور ایسی ہی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

(انبیاء کرام اور امم ماضیہ کا ذکر)

قرآن کریم میں آدم ادریس نوح ابراہیم اسماعیل اسحاق یعقوب لوط یوسف موسیٰ ہارون ہود صالح یونس شعیب داؤد سلیمان زکریا یحییٰ عیسیٰ ذوالکفل الیاس ایوب علیہم السلام کا ذکر ہے۔

اور امم سابقہ میں سے قوم نوح عاد ثمود اصحاب حجر اصحاب سبا اصحاب سبت بنی اسرائیل قوم تبع قوم شعیب اصحاب الایکہ اصحاب الرس اصحاب الاخدود اصحاب کہف وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ فرعون شداد قارون وغیرہ کا بھی تذکرہ ہے۔ اور جو ہم نے اس مختصر میں بیان کیا اسی پر حصر نہیں ہے بلکہ اور بھی مذاکرات ہیں۔

(کُتُبِ سماویہ)

کتب آسمانی سے زبور۔ توریت۔ انجیل صحف ابراہیم وغیرہ کا بیان ہے۔ اور قرآن کریم ان کی تائید فرماتا ہے تصدیق کرتا ہے۔ اور جن لوگوں میں ان کا نزول ہوا اُن کی تعریف کا بیان بھی فرماتا ہے۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو آیات آئیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر پیش ناظرین ہے۔

(۱) الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التورٰیۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم

سورہ اعراف

(۲) انا ارسلنٰک بالحق بشیراً ونذیراً سورہ بقرہ

(۳) وکذالک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیداً ط سورہ بقرہ

(۴) وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین سورہ حج

(۵) حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم ۔ سورہ توبہ

(۶) لاتجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ۔ نور

(۷) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ سورہ احزاب

(۸) یاایہا النبی انا ارسلنٰک شاہداً ومبشراً ونذیراً ۵ وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً ۵ احزاب

(۹) ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی ط یاایہا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۵ احزاب

(۱۰) الم نشرح لک صدرک سورہ نشرح

(۱۱) انا اعطینٰک الکوثر سورہ کوثر

(۱۲) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم ط واللہ غفور رحیم ۔ آل عمران

(۱۳) قل اطیعوا اللہ والرسول آل عمران

(۱۴) ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیہا ۔ نساء

(۱۵) فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ۔ سورہ نساء

(۱۶) فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما ۔ نساء

(۱۷) من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ سورہ نساء

اس کے علاوہ کافی آیات کریمہ نعت رسالتماٰب صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد وصادر ہیں۔ خوف ضخامت سے اس مجالہ میں ہم پورے طور پر تعلیمات قرآن کریم بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ لبطور اختصار تیمناً تبرکاً کچھ پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ کتاب انسانی تو کتاب انسانی ہے کوئی کتاب آسمانی بھی تعلیمات ربانی میں اس مقدس کتاب کی جامعیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اب سترہ آیات کریمہ جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ اُن کا ترجمہ مع مختصر تفسیر کے ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ آیت ۱۔ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی (یہاں رسول سے بہ اجماع مفسرین سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ آپ کا ذکر وصف رسالت سے فرمایا گیا کیونکہ آپ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ فرائض رسالت ادا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو شرائع و احکام اُس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی توصیف میں نبی فرمایا گیا اس کا ترجمہ جو غیب کی خبریں دینے والا کہا گیا۔ یہ نہایت صحیح ہے کیونکہ نبأ خبر کو کہتے ہیں۔ جو مفید علم ہو اور شائبہ کذب سے خالی ہو۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اس معنی میں بکثرت مستعمل ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا قل ھو نبأ عظیم ایک جگہ فرمایا تلك من انباء الغیب نوحیھا الیك ایک جگہ فرمایا فلما انباءھم باسمآءھم اور بکثرت آیات میں یہ لفظ اس معنی میں وارد ہوا ہے۔ پھر یہ لفظ یا فاعل کے معنی میں ہوگا یا مفعول کے معنی میں۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہونگے۔ غیب کی خبریں دینے والے اور دوسری صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔ غیب کی خبریں دئیے ہوئے۔ اور دونوں معنی کو قرآن کریم سے تائید پہنچتی ہے۔

پہلے معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے نبئ عبادی دوسری آیت میں فرمایا قل اؤ نبئکم اور اسی قبیل سے حضرت مسیح علیہ السلام کا بیان جو قرآن کریم میں ارشاد ہوا انبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم اور دوسری صورت کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے نبانی العلیم الخبیر اور حقیقت میں انبیاء علیہم السلام غیب کی خبریں دینے والے ہی ہوتے ہیں۔ تفسیر خازن میں ہے کہ آپ کے وصف میں نبی فرمایا کیونکہ نبی ہونا اعلیٰ واشرف مراتب میں سے ہے۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اللہ کے نزدیک بہت بلند درجہ رکھنے والے اور اُس کی طرف سے خبر دینے والے ہیں۔ اُمی کا ترجمہ بے پڑھے جو کیا گیا یہ بھی بالکل حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق ہے اور یقیناً" اُمی ہونا آپ کے معجزات میں سے ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں کسی سے پڑھے نہیں۔ جو کچھ سیکھا اپنے رب سے سیکھا جو پڑھا اپنے خالق سے پڑھا۔ علمہ شدید القویٰ اس دعوی پر برہان ساطع ہے پھر کتاب وہ لائے جس میں اولین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں (خازن) شعر ؎

خاکی و برادج عرش منزل ۔۔۔ اُمی و کتاب خانہ در دل

فیض کہتا ہے ؎

اُمی و دقیقہ دان عالم ۔۔۔ بے سایہ و سائبان عالم

(بقیہ ترجمہ) جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں (یعنی توریت اور انجیل میں آپ کی نعت وصفت و نبوت لکھی پائیں گے) وہ انہیں بھلائی کا حکم دیگا اور برائی سے منع فرمائیگا اور ستھری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائیگا اور گندی چیزیں ان پر حرام کریگا اور ان پر سے وہ بوجھ

(یعنی سخت تکلیفیں) اور گلے کے پھندے (یعنی احکام شاقہ) جو اُن پر تھے وہ اُتارے گا۔

ترجمہ آیت ۲ بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

ترجمہ آیت ۳ اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو (دنیا و آخرت میں)۔

ترجمہ آیت ۴ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

ترجمہ آیت ۵ بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عربی قرشی جن کے حسب ونسب کو تم خوب پہچانتے ہو۔ کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں) جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کی نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

ترجمہ آیت ۶ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھیراؤ جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرے تو ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ آپ کے معظم القاب سے نرم آواز کے ساتھ متواضعانہ اور منکسرانہ لہجہ میں یا نبی اللہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر)

ترجمہ آیت ۷ بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے (ان کا اچھی طرح اتباع کرو اور دین الٰہی کی پیروی کرو)

ترجمہ آیت ۸ اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر (شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر نہایت بہتر ترجمہ ہے۔ مفردات راغب اصفہانی میں ہے الشھود والشھادۃ الحضور مع المشاھدۃ اما بالبصر او بالبصارۃ۔ یعنی شہود اور شہادۃ کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کیساتھ ہو یا بصارت کے ساتھ۔ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ

کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ ابوالسعود وجمل) اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا (یعنی ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذاب جہنم کا ڈر سناتا) اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بلاتا (یعنی خلق کو طاعت الٰہی کی دعوت دیتا) اور چمکا دینے والا آفتاب (سراج کا ترجمہ آفتاب بالکل قرآن کریم کے مطابق ہے۔ جیسا کہ سورہ نوح میں وجعل الشمس سراجا فرمایا اور سورہ عم میں وجعلنا سراجا وھاجا کہا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ذات مصطفےٰ ہزاروں آفتابوں سے زیادہ منور اور منوِّر ہے۔ آپ کے نور نبوت کی تابانی نے شمس وقمر کو نورانی کیا۔ اور آپ کے نور ہدایت سے ظلمت کفر و شرک مٹا کر معرفت توحید بخشی)

ترجمہ آیت ۹ بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو (یہی وجہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے)

ترجمہ آیت ۱۰ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا (یعنی آپ کے سینہ مبارک کو ہم نے کشادہ اور وسیع کیا۔ ہدایت ومعرفت وموعظت ونبوت اور علم وحکمت کے لئے یہاں تک کہ عالم غیب وشہادہ روشنی کی وسعت میں سما گئے اور علائق جسمانیہ انوار روحانیہ کے لئے مانع نہ ہو سکے اور علوم لدنیہ وحکم الٰہیہ سینہ پاک میں جلوہ نما ہوئے) اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پشت توڑی تھی (اس بوجھ سے مراد یا وہ غم ہے جو آپ کو کفار کے ایمان نہ لانے سے رہتا تھا۔ یا امت کے گناہوں کا غم جس میں قلب مبارک مشغول رہتا تھا۔ مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کو مشغول الشفاعت کر کے وہ بار غم دور کر دیا ہے) اور ہم نے تمہارے

لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے بیشک
دشواری کیساتھ آسانی ہے۔ تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت
کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔ (اسی کے فضل کے طالب رہو
اسی پر توکل کرو)

ترجمہ آیت ۱۱ اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں (اور فضائل
کثیرہ عنایت کر کے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا حسن باطن بھی
نسب عالی بھی۔ نبوت بھی۔ کتاب بھی۔ حکمت بھی۔ علم بھی۔ شفاعت بھی۔
حوض کوثر بھی۔ مقام محمود بھی۔ کثرت امت بھی۔ اعدائے دین پر غلبہ بھی۔
کثرت فتوح بھی) تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بیشک
جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

ترجمہ آیت ۱۲ و ۱۳ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار
ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخشدیگا۔ اور
اللہ بخشنے والا مہربان ہے (نمبر ۱۳) تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا۔

ترجمہ آیت ۱۴ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے
بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کریگا جس میں ہمیشہ رہے گا۔

ترجمہ آیت ۱۵ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

ترجمہ آیت ۱۶ تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے۔ جب تک اپنے
آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ حکم تم فرما دو اپنے دلوں
میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

ترجمہ آیت ۱۷ جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اس سے قبل جو دس آیات صفات الٰہی میں پیش ہو چکی ہیں۔ ان کا

ترجمہ معہ مختصر تفسیر کے ملاحظہ کریں۔ ہو ہذا۔

ترجمہ آیت ۱ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے نہان و عیاں کا جاننے والا (موجود کا بھی اور معدوم کا بھی دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی) وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ (ملک و حکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اس کے تحت ملک و حکومت ہے اور اس کی مالکیت و منفعت دائمی ہے جسے زوال نہیں) نہایت پاک (ہر عیب سے تمام برائیوں سے) سلامتی دینے والا (اپنی مخلوق کو) امان بخشنے والا (اپنے عذاب سے اپنے فرمانبردار بندوں کی حفاظت فرمانے والا۔ عزت والا عظمت والا تکبر والا اللہ کو پاکی ہے اُن کے شرک سے۔ وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا (جیسی چاہے) اس کے ہیں سب اچھے نام (ننانوے جو حدیث میں وارد ہیں) اُس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

ترجمہ آیت ۲ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں (اس سے اُس کی مالکیت اور نفاذ امر و تصرف کا بیان ہے اور نہایت لطیف پیرایہ میں رد شرک ہے کہ جب سارا جہان اس کی ملک ہے تو شریک کون ہو سکتا ہے)

ترجمہ آیت ۳ سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا

ترجمہ آیت ۴ روز جزا کا مالک ہے۔

ترجمہ آیت ۵ پالنے والا جہان والوں کا۔

ترجمہ آیت ۶ دعا قبول کرتا ہوں پکارنیوالے کی جب مجھے پکارے۔

ترجمہ آیت ۷ وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا (یعنی واجب الوجود اور عالم کا

ایجاد کرنے والا اور تدبیر فرمانے والا)

ترجمہ آیت ۸ تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے (ربوبیت والوہیت میں صفات عظمت وکمال کے ساتھ موصوف ہے۔ مثل ونظیر وشبیہ سے پاک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں) اللہ بے نیاز ہے (ہر چیز سے نہ کھائے نہ پیئے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے) نہ اس کی کوئی اولاد (کیونکہ اس کا کوئی مجانس نہیں) نہ وہ کسی سے پیدا ہوا (کیونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث کی شان ہے) اور نہ کوئی اس کے جوڑ کا (یعنی کوئی اس کا ہمتا وعدیل نہیں۔

ترجمہ آیت ۹ تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمہ آیت ۱۰ تم فرمادو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے۔

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ انسان کی تین حالتیں ہیں۔ ۱ طبعی۔ ۲ اخلاقی۔ ۳ روحانی۔ اور قرآن کریم نے ان تینوں حالتوں کے لئے جدا جدا تین مبدء قرار دئے ہیں۔

★ پہلا یہ کہ اس کی طبعی حالت کو درست کرنا یعنی اس کو نشست و برخاست خورد ونوش بود وباش معاشرت ومعاملات توالد وتناسل وغیرہ امور طبعیہ کے صحیح طریقے سکھلا کر بے تمیز وحشی انسان کے درجہ سے بادب اور شائستہ انسان کے مرتبہ کو پہنچا دینا۔

★ دوسرے یہ کہ اس کی اخلاقی حالت کی اصلاح کرنا یعنی اخلاق رذیلہ عادات قبیحہ کی بیخکنی کر کے اسے اخلاق فاضلہ سے آراستہ کرنا۔

★ تیسرے یہ کہ اس کی روحانی حالت کا تزکیہ کرنا تاکہ انسان اپنے خالق

برحق معبود مطلق کی طرف رجوع کر سکے اور اس کی محبت و رضا میں محو ہو سکے یہی وہ حالت ہے جس کو قرآن پاک نے اسلام کے نام سے تعبیر کیا اور اسی تعلیم کے کامل ہو جانے پر آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا کی بشارت ملی۔

اور قرآن پاک میں یہ تینوں باتیں خاص طور پر واضح کی گئیں۔ ہم مشتے نمونہ از خروارے انسان کی اصلاح طبعی کے احکام پیش کرتے ہیں۔ اس سے بقیہ احکام کا بھی موازنہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱)۔ حرمت علیکم اُمھاتکم وبناتکم واخواتکم وعمّتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت وامھتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ واُمھٰت نسائکم وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لّم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم وحلائل ابناءِکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف پ۴۔ سورہ نساء

(۲)۔ لا یحلّ لکم ان ترثوا النساء کرھا۔ پ۴۔ سورۃ نساء

(۳)۔ ولا تنکحوا ما نکح اٰباءکم من النساء الا ما قد سلف۔ پ۴ سورہ نساء

(۴)۔ اُحل لکم الطیّبٰت۔ پ۶۔ سورۃ مائدہ۔

(۵)۔ والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اُوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان۔ پ۶۔ مائدہ

(۶)۔ ولا تقتلوا اَنفسکم پ۵ ع ۲۔

(۷)۔ ولا تقتلوا اولادکم۔
(۸)۔ ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق۔ نحن نرزقھم
وایاکم۔ ان قتلھم کان خطأً کبیرا۔ پ۱۵۔ بنی اسرائیل
(۹)۔ لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علیٰ
اھلھا۔ پ۱۸۔ نور
(۱۰)۔ فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یؤذن
لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھوازکیٰ لکم پ نور
(۱۱)۔ واتوا البیوت من ابوابھا۔ پ۲
(۱۲)۔ واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا۔ پ۵
(۱۳)۔ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من
عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ہ پ ۶
(۱۴)۔ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اُھل
لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ
وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب پ مائدہ
(۱۵)۔ یسئلونک ماذا اُحل لھم قل اُحل لکم الطیبٰت۔ پ۶ مائدہ
(۱۶)۔ اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم
پ ۲۸۔ مجادلہ ع ۲

ترجمہ آیت(۱) تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری حقیقی پھوپھیاں اور تمہاری سگی خالائیں اور تمہاری حقیقی بھتیجیاں اور تمہاری حقیقی بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا یعنی رضاعی ماں اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری ساس یعنی

تمہاری بیویوں کی حقیقی ماں ، اور تمہاری بیویوں کی پہلے خاوند سے لڑکیاں
جن سے تم ہم صحبت ہو چکے ہو اور اگر ہم صحبت نہیں ہوئے تو کوئی گناہ نہیں
(یعنی قبل از خلوت صحیحہ اگر طلاق دے دی تو اس کی لڑکی سے نکاح جائز
ہے) اور تمہارے سگے بیٹوں کی بیویاں یعنی بہو اور حقیقی دو بہنیں بیک
وقت مگر ایک کے مرنے کے یا مطلقہ ہو جانے کے بعد۔

ترجمہ آیت ۲ جبراً عورتوں کے وارث نہ بنو۔

ترجمہ آیت ۳ اُن سے نکاح نہ کرو جو تمہارے باپوں کی بیویاں تھیں مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا

ترجمہ آیت ۴ تمہارے لئے پاک عورتیں حلال ہیں یعنی مومنہ۔

ترجمہ آیت ۵ محصنہ یعنی پاکدامن عورتیں تم میں سے یا پہلے کے اہل کتاب میں سے تمہارے
لئے حلال ہیں کہ اُن سے شادی کرو۔ لیکن جب مہر قرار پاکر نکاح ہو جائے
بدکاری نہیں اور نہ خفیہ نا جائز تعلق۔

ترجمہ آیت ۶ خودکشی نہ کرو۔

ترجمہ آیت ۷ اپنی اولادوں کو نہ قتل کرو۔

ترجمہ آیت ۸ اپنی اولادوں کو خوف تنگدستی سے قتل نہ کرو۔ ہم سب کے رزاق ہیں۔
تمہیں بھی ہم رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی۔

ترجمہ آیت ۹ غیر کے گھر میں بلا اجازت نہ داخل ہو جب تک موانست و محبت سے سلام
کلام نہ کر لو۔

ترجمہ آیت ۱۰ اگر اس گھر میں کوئی نہ پاؤ تو جب تک مالک خانہ اجازت نہ دے اُس
گھر میں داخل نہ ہو اور اگر تمہیں کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ۔

ترجمہ آیت ۱۱ اور گھروں میں دیوار پھاند کر نہ جایا کرو (جیسے زمانہ جہالت کا طریقہ تھا)
بلکہ گھروں میں آیا کرو گھر کے دروازہ سے۔

ترجمہ آیت ۱۲ اگر تمہیں سلام کیا جائے تو اُس سے بہتر اُسے جوابِ سلام دو (اگر السلام علیکم کوئی کہے تو جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہو)

ترجمہ آیت ۱۳ جز این نیست کہ شراب اور قمار اور بت پرستی اور شگون لینا اُن پر یقین کرنا یہ سب پلید اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے اجتناب کرو۔ اور اپنے کو تلویث سے بچاؤ۔

ترجمہ آیت ۱۴ تم پر مردار حرام کیا گیا اور خنزیر کا گوشت اور بتوں کے نام لے کر ذبح کیا ہوا اور گلا گھونٹا ہوا منخنقہ لاٹھی سے مارا ہوا موقوذہ (خواہ وہ جھٹکا ہی کیوں نہ ہو) سینگ لگنے سے مرا ہوا متردیہ درندے کا پھاڑا ہوا نطیحہ اور جو درندہ پکڑ کر کھائے مگر ذبح کر لیا گیا ہو اور جو بتوں پر چڑھایا جائے۔

ترجمہ آیت ۱۵ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال ہے فرمادو دنیا کی تمام پاک چیزیں تم پر حلال کی گئیں۔

ترجمہ آیت ۱۶ اگر تمہیں کہا جائے کہ کشادہ ہو کر بیٹھو تو کشادہ ہو کر بیٹھو۔ اللہ تمہیں کشادگی عطا فرمائے گا اور اگر تمہیں کہا جائے اٹھ جاؤ تو بلا چون وچرا اٹھ جاؤ۔

آیت نمبر ۱۷ کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔

ترجمہ کھاؤ پیو مگر اسراف بے نتیجہ کاموں میں خرچ نہ کرو۔

اس قسم کے شاندار آداب انسانی ہیں جو قرآن کریم ہمیں سکھلاتا ہے۔ ان کا مذاہب غیر کی تعلیمات سے اگر مقابلہ کیا جائے۔ تو لیل ونہار کا فرق پایا جاتا ہے۔ اس بنا پر ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ تعلیمات صرف اسلام ہی میں ہیں۔ جو اصلاح انسانی کا اعلیٰ معیار ہے۔ اس کے سامنے بڑے بڑے مدعیان مذہب وتہذیب برہنہ نظر آتے ہیں۔

قرآن کریم تمام علوم اسلامیہ کا مرجع اور مرکز ہے

ادنیٰ غور و خوض کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک ایسا مخزن علوم و فنون ہے۔ اس شان کا منبع اسرار و حقائق ہے ایسا سرچشمہ اصول دین ہے کہ کوئی کتاب آسمانی بھی اس خصوص میں اس کے مقابلے کی نہیں۔ یہی وہ جامع کتاب مقدس ہے کہ اہل علم و فضل نے سینکڑوں عنوانات پر بے شمار تفاسیر لکھ ڈالیں۔ لیکن ابھی اس کے اسرار و حقائق کا احصا نہ ہو سکا۔ ؎

دفتر تمام گشت بہ پایاں رسید عمر

ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں خود صاحب قرآن فرما رہا ہے۔

ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ۔

اگر روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی ہو جائے پھر اس کے بعد ساتوں سمندر اس کی مدد کو آئیں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کی کلمات ختم نہ ہوں۔

علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر اتقان میں علوم قرآنی اسّی شمار کیے۔ پھر علمائے اسلام نے ان علوم پر مستقل کتابیں تصنیف کیں۔ پھر جس قدر مسلمانوں کے علم ہیں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو وہ سب قرآن کریم سے ہی نکلے ہیں۔

(کتابت) اسلام سے قبل حجاز میں کل سترہ آدمی خواندہ تھے۔ یہ قرآن پاک ہی کی برکت تھی کہ ایک قلیل عرصہ میں اس فن نے کسقدر ترقی کر لی۔

زمانہ جہالت میں لغت۔ خطابت۔ شعر صرف تین علوم تھے۔

عہد اسلامی میں منطق۔ طبعیات۔ ریاضیات۔ الٰہیات۔ تاریخ جغرافیہ

ایجاد ہوئے۔

شرعی علوم میں تفسیر۔ حدیث۔ فقہ وغیرہ ایجاد ہوئے۔

لسانی علوم میں صرف نحو علم البلاغت وغیرہ ایجاد ہوئے۔

علوم لسانیہ اور شعر و خطابت سب کو ملا کر علوم عربیہ اور علوم ادب کو ادبیات کہا گیا۔

منطق و فلسفہ کو معقولیات کے نام سے شہرت ہوئی۔ علوم شرعیہ کو منقولیات کے ساتھ ظاہر کیا۔

علم تفسیر کی قرآن کریم کے معانی احادیث صحیحہ و آثار معتبرہ کے مطابق صحیح طور پر سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ضرورت ہوئی۔

سیر و مغازی چونکہ قرآن کریم ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو مجسمہ اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا۔ اور اس میں مسلمانوں کے اکثر واقعات کا ذکر ہے۔ اس سے حضورؐ کے حالات و واقعات غزوات و سرایا کی مفصل تاریخ منضبط رکھنے کے لئے علم سیر و مغازی کے مدون کرنے کی ضرورت ہوئی۔

علم الحدیث و علم الرجال۔ حضورؐ کے افعال، و اقوال اور احکام قرآنیہ کی تفصیل و تشریح سے مملو ہے۔ چنانچہ حقائق اوامر نواہی اچھی طرح سمجھنے کے لئے تدوین فن حدیث کی احتیاج ہوئی اور جب صحیح اور موضوع حدیث کا جھگڑا اٹھا تو اس میں امتیاز کرنے کے لئے رواۃ کے حالات جاننے کے واسطے علم الرجال مرتب کیا گیا جو کسی جماعت اور سوسائٹی کے اندر سوا اسلامیات کے ملنا مشکل ہے۔

ادب و لغت چونکہ قرآن کریم عربی زبان میں ہے۔ اس لئے اس کے سمجھنے کے لئے عربیت سے واقف ہونا لابدی ہے۔ لہذا علم ادب و لغت مدون ہوئے

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی آیت کے معنی نہ سمجھ سکو تو محاورات عرب کی طرف رجوع کرو۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔

قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے آیۂ قرآنی ہمارے رسول کی طرف لوٹا دیا ارباب علم کی طرف جو حضور کی تعلیم لئے ہوئے ہوں تاکہ وہ اس کا مغز سخن تمہیں بتا سکیں۔

صرف ونحو۔ اعراب کی ذرا سی غلطی سے معانی میں زمین آسمان کا فرق آجاتا ہے۔ انعمتَ کو بجائے زبر کے انعمتُ پیش کے ساتھ اگر پڑھ لیا جائے تو مخاطب متکلم بن جاتے۔ "تو نے انعام کیا" کی بجائے "میں نے انعام کیا" معنی ہو جائیں۔ اہل عرب تو اپنی زبان میں غلطی نہیں کر سکتے تھے لیکن ہم عجمی تو قدم قدم پر ٹھوکر کھا سکتے تھے۔ اس لئے سہولیت کے لئے جملہ کی صحت کے واسطے تعلیلات صرفی اور اعراب کی صحت کے لئے قواعد نحوی کی تدوین ہوئی۔

معانی وبیان۔ چونکہ قرآن کریم معیار فصاحت و سرچشمۂ بلاغت ہے۔ اس لئے فصاحت وبلاغت کے تمام اصول اس کی مدد سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس لئے علم بیان و معانی مدون ہوا۔

فقہ واصول فقہ۔ آیات قرآنی واحادیث نبوی سے احکام شرعیہ مستنبط کرنے کے لئے علم فقہ اور اجتہاد و استنباط مسائل میں غلطی سے بچنے کیلئے یہ فن مدون ہوئے۔

علم کلام۔ فلاسفہ ومناطقہ کے اعتراضات کے جواب دینے کے لئے یہ علم وضع کیا گیا۔

احادیث نبی علیہ السلام

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن کریم کے بعد فصاحت و بلاغت حکمت و ہدایت میں احادیث نبی کریم کا درجہ ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ افصح العرب والعجم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ہے۔ اور علوم اولین و آخرین سے بہرہ یاب آپ کی معجز بیانی لطافت لسانی فصاحت الفاظ بلاغت معانی اپنے پرایوں میں مسلم تھی۔

چند جامع کلمات معجز بیان تیمناً تبرکاً تازگی ایمان کے لئے ملاحظہ ہوں۔

(۱) مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

جو ہمارے صغائر پر رحم نہ کرے اور قوم کے کبائر کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

(۲) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

صحیح مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہے

(۳) خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ۔

دو عادتیں مومن میں جمع نہیں ہوں گی کنجوسی اور بدخلقی۔

(۴) يَشِيْبُ ابْنُ اٰدَمَ وَتَشِبُّ فِيْهِ خَصْلَتَانِ اَلْحِرْصُ وَطُوْلُ الْاَمَلِ۔

انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اُس میں حرص اور طول امل کی دونوں خصلتیں جوان ہوتی جاتی ہیں۔

۵- مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰه۔
جو انسان کا احسان مند نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گذار نہیں ہو سکتا
۶- مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللّٰه
جو انسان پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اُس پر رحم نہیں کرتا۔
۷- لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ
مومن کامل تم میں نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ پسند رکھو جو اپنے لئے پسند کرو۔

ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند

۸- اَلْعِدَةُ دَيْنٌ
وعدہ بھی قرض ہے کما قال تعالیٰ اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا
۹- اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ
مشورہ دینے والا امین و صدوق ہونا چاہیے۔
۱۰- اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ
قناعت وہ خزانہ ہے جسے خزان نہیں۔
۱۱- اَلسَّعِيْدُ مَنْ وَعَظَ بِغَيْرِهٖ
نیک اور سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت لے
۱۲- كَثْرَةُ الضِّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ
زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔
۱۳- اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ
ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے یعنی اپنی ماں کی خدمت جنت کا حقدار کر دیتی ہے۔

(۱۴)۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْوَالِدَيْنِ۔

والدین کے قدموں تلے جنت ہے۔

(۱۵)۔ اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ لِلسَّائِلِ صَدَقَةٌ

سائل کو نرم اور ستھرا جواب دینا بھی صدقہ ہے۔

(۱۶)۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ السَّهْلَ الطَّلْقَ

اللہ تعالیٰ خندہ پیشانی منکسر مزاج کو محبوب رکھتا ہے۔

(۱۷)۔ طُوْبٰى لِمَنْ شَغَلَهٗ عَيْبُهٗ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ

مبارک ہے اُسے جو اپنے عیب کی نگرانی میں دوسروں کی عیب جوئی نہیں کرتا

(۱۸)۔ لَا يَشْبَعُ الْمُؤْمِنُ مِنْ دُوْنِ جَارِهٖ

مومن خود پیٹ بھر کر شکم سیر ہونا پسند نہیں کرتا بغیر اپنے ہمسایہ کی خبرگیری کے۔

(۱۹)۔ كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا

مومن کے لئے موت کا خیال بہترین واعظ ہے۔

(۲۰)۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

عمل کا بدلہ نیت پر موقوف ہے

کلید درِ دوزخست آں نماز کہ بہ پیشِ مردم گذاری دراز

(زبان)

اس میں شک نہیں کہ زبان قوم کی عقل و فراست اور آداب و اخلاق کی آئینہ ہے۔ کسی اجنبی قوم کی زبان سے واقفیت حاصل کر کے اس کے اخلاق اور ذہنی حالات کا پتہ چلانا جتنا آسان ہو جاتا ہے۔ بغیر اس واقفیت کے اتنا ہی

دشوار ہوتا ہے۔

جس قوم کی زبان سنسکرت تھی۔ اگرچہ اُسے سینکڑوں برس ہوتے کہ وہ قریب قریب معدوم ہو چکی لیکن وید کی مدد سے اُس قوم کے دماغی اجتماعی اخلاقی اور سیاسی حالات کا بہت کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ عام طور پر مشاہدہ ہے کہ قوم کی حالت بدلتی رہتی ہے لیکن اُن کے آثار۔ اُس قوم کی زبان میں ضرور محفوظ اور باقی رہا کرتے ہیں۔ جو ایک مؤرخ کو تاریخ نویسی کے وقت بہت کچھ مواد بہم پہنچا سکتی ہے۔ دانایان فرنگ نے اس فن کو اسی وجہ میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ مرتب و مدون کیا اور بہت سی مفید و کار آمد تالیفات شائع کیں۔

(عرب کا زمانہ جہالت)

اہل عرب زمانہ جہالت میں اپنے ملک کے جغرافیائی حالات کی بنا پر خانہ بدوش صحرا نورد تھے۔ آب و گیاہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے۔ تمدن و تانق کے اسباب اور تمول تنعم کے ذرائع سے محروم علم کی قدر سے جاہل شوق طلب تو کجا نہ اُن کی تجارت میں گرم بازاری تھی نہ زراعت میں سرسبزی۔ امور سیاست و مملکت سے بے تعلق اور بے خبر۔ غارتگری، قزاقی، کشت و خون میں سرگرم عمل بقول حالی ؎

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے — درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

یہی وجہ ہے کہ اُن کی زبان اغراض بدویت سے مملو ہے اور جذبات قتال و جدال سے پُر۔ شعر و خطابت اگرچہ عرب جاہلیہ کا مایہ ناز فن تھا۔ اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ اُن کے قصائد و خطبات فصاحت و بلاغت میں بے نظیر اور عدیم المثال ہیں۔ لیکن اُن کے مضامین ادنیٰ غور کے بعد یہ واضح کر دیتے ہیں۔

کہ اُن کی شاعری و خطابت کا موضوع حیات بدویہ اور کارنامہائے جہالت کی آئینہ داری سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اُن میں مذہبی حقائق علمی لطافت کی بُو بھی نہیں ملتی۔ البتہ زبان عربی میں فی نفسہٖ مذکورہ امور کی صلاحیت تھی۔ لیکن اس سے عرب جاہلیہ اپنی جہالت و شقاوت اور قساوت مرک کے باعث کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکے۔

۸ (ہادیٔ برحق کے ورود مسعود نے عرب کی کایا پلٹی)

جب دنیا کا آخری ہادی لانبی بعدی کا اعلان کرتا ہوا مبعوث ہوا اور شمع ہدایت قرآن اور اپنا بیان افصح اللسان ساتھ لایا تو اُس کی پیروی سے عربوں میں جو جہالت تھی اُسے ہدایت سے بدلا۔ جو ظلمت تھی اُسے روشنی سے متبدل کیا۔ حتیٰ کہ اُن خزف ریزوں کو آسمان کمال پر خورشید خاور کی طرح چمکا دیا۔ عرب جاہلیہ ادبار و پستی کی زمین سے بلندیٔ اقبال جاہ و جلال کے آسمان پر متمکن ہوئے اسی کا نام تمدن اسلام ہے۔

اس تمدن نے ذرہ کو آفتاب بنایا۔ قطرہ کو دریا کیا۔ ایک قوم وحشی کو آداب و اخلاق فضل اور علم ہدایت و سعادت کا سرچشمہ بنا کر اقوام عالم کے سامنے پیش کر دیا یہ سب کچھ اس اُمی لقبی قرشی عربی الہجی اور اُس قرآن کریم کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہم بہانگ دھل کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم ہمارے نبی آخر الزمان کا جیتا جاگتا وہ معجزہ ہے۔ جو کسی سابقہ نبی کو نہیں ملا۔

(قرآن کریم کے زبان عربی پر اثرات)

پہلا اثر۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسلام سے پہلے عرب میں زبان کے مختلف لب ولہجہ تھے۔ ہر قبیلہ کے محاورات میں فرق تھا۔ مگر چونکہ قریش کی زبان افصح اللسان تھی اور قرآن کریم اسی زبان میں نازل ہوا تھا۔ اس لیے اسلام کی بدولت زبان قریش کی ایسی اشاعت ہوئی۔ کہ دوسرے قبائلی لب ولہجہ کی کوئی حقیقت نہ رہی اور شمع قرآن کے سامنے کسی زبان کا چراغ نہ جل سکا داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیرا کا مفہوم مکمل ہوگیا۔

دوسرا اثر۔ قبل از اسلام عربی جزیرہ عرب کی چار دیواری میں محدود و محصور تھا لیکن فتوحات اسلامی اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر کے ماتحت ممالک فارس روم و مصر وغیرہ تک پہنچے۔

تیسرا اثر۔ اسلام کے بعد زبان کے اغراض ومقاصد اور زیادہ وسیع ہوگئے۔ حیات بدویہ کی آئینہ داری، خانہ بدوشی، صحرانوردی، جدال وقتال کشت وخون کے مقابلہ میں انتقام ولکم فی القصاص حیات کے اعلان سے تحریک وتحریص جہاد فخر ومباہات کے مقابلہ میں وسیع اخلاقی اور عقائد دینی احکام شرعی امور سیاسی وغیرہ اقتصادی مباحث پر بھی غور ہونے لگا۔

دفاتر صدر اسلام میں تین قسم پر منقسم ہوئے۔

اول دفتر عسکری: اس کو حضرت فاروق اعظم کے حکم سے حضرت عقیل بن

ابی طالب مخرمتہ بن نوفل حبیب بن مطعم رضی اللہ عنہم نے مرتب فرمایا۔ جو عربی میں تھا۔

ثانیاً ۲ " دفتر انشا یعنی خطوط نویسی کا صیغہ یہ بھی عربی میں تھا۔

ثالثاً ۳ " دفتر خراج یعنی صیغہ مال یہ صرف عربی میں نہیں بلکہ ہر ملک کا دفتر خراج وہاں کی مقامی زبان میں رکھا گیا۔ مثلاً ایران کا فارسی میں۔ شام کا سریانی میں اور مصر کا قبطی میں۔ اور چونکہ ابتدا میں مسلمان ان غیر زبانوں سے پورے واقف نہ تھے۔ اس لئے ان دفتروں کو جوں کا توں ہی رہنے دیا۔ اور مقامی اہلکاروں سے کام لیا جاتا رہا حتیٰ کہ ولید کا زمانہ آیا جو خلفائے بنی اُمیہ سے تھا۔ تو حجاج بن یوسف نے صالح نامی ایک نوجوان سے جو عربی فارسی جانتا تھا۔ فارسی دفتر کو عربی میں ترجمہ کروایا۔ حتیٰ کہ عجمی عملہ کی طرف سے صالح مترجم کو ایک لاکھ درہم کا لالچ دیا یا رشوت اس کام سے رو کنے کے لئے دینی چاہی۔ مگر صالح صالح ہی تھا اس لالچ میں نہ آیا۔

اس طرح دفتر ایران کی زبان عربی ہوگئی

اسی ولید کے عہد میں سلیمان بن سعید کاتب کے ذریعہ سریانی قلم کے دفتر کو عربی کرایا گیا اور ابن یربوع نامی باشندہ حمص کے ذریعہ حاکم مصر عبداللہ نے دفتر قبطی کو عربی میں بدلا۔

اور دور اموّیہ میں تدوین علوم اور تصنیف کتب کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔

چوتھا اثر۔ مشاہدات و معقولات کی وسعت و فسحت سے معانی الفاظ میں کافی وسعت ہوئی۔

پانچواں اثر۔ الفاظ و اسالیب میں بڑا تغیر و تبدل ہوا۔ اگرچہ عربی اصطلاحات

زیادہ تر دور عباسی میں مقرر ہو چکی تھیں۔ مگر صدر اسلام میں بھی بہت سے الفاظ وضعی معنوں کے علاوہ خاص معنی میں مستعمل ہوتے تھے اس طرح اصطلاحات کا سلسلہ آغاز اسلام ہی سے شروع ہو گیا تھا۔
مثلاً صلوٰۃ صوم زکوٰۃ مومن کافر فاسق منافق رکوع سجود حج امیرالمومنین کاتب عامل قاضی بیت المال عشور ثغور وغیرہ اسلام سے قبل یہ الفاظ لغوی معنی میں مستعمل تھے۔
پھر اسلوب گفتگو میں بھی بہت کچھ تبدیلیاں ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اَطَالَ اللّٰہُ بَقَائَکَ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو دعا میں فرمایا۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَضْجَعَکَ یابن الخطاب کما نَوَّرْتَ مَسَاجِدَنَا حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا میں فرمایا۔ اس طرح کے مہذب دعائیہ الفاظ استعمال کرنے کا رواج زمانہ جہالت میں نہ تھا۔
خود رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے الفاظ کی بندشیں بھی مروی ہیں جنہیں سب سے پہلے حضور نے ہی استعمال فرمایا۔ جیسے مَاتَ حَتْفَ اَنْفِہٖ حَمِیَ الْوَطِیْس اور لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَیْن وغیرہ اس سے عربی ادب میں بڑی ترقی ہوئی۔ ایسے ہی بہت سے محاورات جو زمانہ جہالت میں مروج تھے اسلام کے ذریعہ متروک ہو گئے۔
مثلاً مِرْبَاع غنیمت کا چوتھائی حصہ جو فوج کا افسر لیا کرتا تھا۔
نَشِیْطَہ مقام مفتوح سے قبل از فتح جو راستہ میں مل جائے۔
فضول تقسیم کے بعد مال غنیمت سے جو بچ رہے۔
مکس ایک قسم ٹیکس جو زمانہ جہالت میں جاری تھا۔
اسی طرح اَنْعِمْ صَبَاحاً صبح کے وقت کا سلام تھا۔ جس کی انگریزی

گڈ مارننگ ہوتی اور انعم ظلاما جس کی انگریزی گڈ ایوننگ ہی۔ یا بادشاہ کو ابیت اللعن کہنا یا غلام کا اپنے آقا کو ربی کہہ کہہ کر مخاطب کرنا یہ سب جملے اسلام میں متروک ہوئے۔

چھٹا اثر تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تلفظ حبشی تھا حضرت سلمان کا فارسی حضرت صہیب کا رومی تھا۔ اس لئے کہ یہ عجم ملکوں کے باشندے تھے۔ جب تک اہل عرب کو عجمیوں کے ساتھ اختلاط کا موقعہ نہ ہوا۔ ان میں نحوی غلطیاں شاذ و نادر ہوتی تھیں۔ لیکن جب اشاعت اسلام کی وجہ سے عجمیوں کو عربی سیکھنی پڑی تو لحن کی بیماری بڑھ گئی۔ اس لئے اس کا علاج عہد اموی میں علم نحو کے ذریعہ کیا گیا۔

(۸) کتابت

کتابت کی دو صورتیں ہیں۔ خط بالقلم اور انشاء

اسلام سے قبل عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا۔ چند آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

نسخی اور خط کوفی عربی کی قدیم شکلیں ہیں۔ خط کوفی کو حیری بھی کہتے ہیں خط حیری نے حجاز میں اشاعت پائی۔ ظہور اسلام کے وقت صرف دس بارہ قریش لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ سب سے پہلے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعت کتابت کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ ختم نزول قرآن تک کاتبین کی تعداد چالیس تک ہو گئی۔ پھر زمانہ راشدین میں فتوحات اسلامیہ کی زیادتی کی وجہ میں لکھنے پڑھنے کا کام زیادہ ہو گیا۔ چنانچہ خط حیری یعنی کوفی میں لکھنے پڑھنے کا رواج بڑھ گیا۔ اور اس خط نویسی میں کوئی جدت پیدا نہیں ہوئی۔ البتہ بدستور

اپنی وضع پر قائم رہا۔ حتیٰ کہ اس میں نہ نقطے تھے نہ زیر و زبر کی علامات۔

پھر دورِ اموی میں اس کی اصلاح شروع ہوئی اور طرزِ تحریر چار صورتوں پر منقسم ہو گیا۔ قطبہ ایک شخص اس دور کا ایک مشہور کاتب گذرا ہے۔

ابوالاسود دوئلی نے حرکات وضع کیں۔ نصر بن عاصم اور یحییٰ بن نے حجاج کے حکم سے نقطے ایجاد کئے۔

انشاء } انشاء کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سرکاری و خانگی دوسری تصنیف و تالیف۔

(خط و کتابت)

خط و کتابت تمدن و تحضر کے لئے لازمی ہے قبل از اسلام دول یمن وحیرہ و شام تمدن و نظام سے خالی نہ تھیں۔ ان کی خط و کتابت بھی ان کے تمدن و نظام کے مطابق ہوگی۔ لیکن افسوس کہ ہمیں اُن کی تفصیل نہیں ملتی۔ صرف دولت حیرہ کے ایک کاتب عدی ابن زید کا نام تاریخ میں ملتا ہے۔

رہے بدو اور عرب خاص کے خانہ بدوش یہ جاہل محض تھے۔ انہیں اپنی بدوی زندگی میں خانہ بدوشی کے سوا کسی تعلیم و تعلم کی حاجت ہی نہ تھی۔

قبل از اسلام حجاز میں صرف کتابت کا اتنا رواج ہو گیا تھا۔ کہ جو شخص کسی کی طرف سے کسی کو خط لکھ دیتا وہ کاتب کہلاتا تھا۔ اور یہ طریقہ پرانا تھا کہ عرب کے فصحا بلغا خود نہیں لکھتے تھے بلکہ کاتب سے لکھوایا کرتے تھے۔

اُن کی نظیر بھی ہمیں نہیں ملی تاکہ ہم بتا سکتے کہ اُن کا طرزِ تحریر کیا تھا۔

تحقیقات جدیدہ سے ایک طول و طویل وصیت نامہ ملا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی تحریر اس طرح شروع ہوتی تھی۔

بما سمك - من فلان - الی فلان - امابعد -

ظہور اسلام کے بعد خط و کتابت نے ترقی کی

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محررین چالیس تک ہو گئے -

بنی امیہ کے دور میں فن انشاء ایک مستقل فن ہو گیا -

کاتبین زمانہ راشدین دو طرح کے تھے - کاتب مراسلات اور کاتب حساب

عہد اموی میں بھی محررین پانچ قسم کے ہو گئے - ان میں سے ایک قسم کاتب مراسلات تھی جسے کاتب السر یعنی پرائیویٹ سکرٹری کہتے تھے -

(اس دور کی خطوط نویسی کی خصوصیات)

۱ - مراسلات میں مطالب ضروریہ بیان ہوتے تھے -

۲ - عبارت آرائی اور مبالغہ پسندیدہ نہ تھا -

۳ - فصاحت الفاظ بلاغت معنی کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا تھا -

۴ - ایجاز و اختصار - سب سے پہلے طوالت کلام کی بدعت عہد اموی میں عبدالحمید نے شروع کی

چند مراسلات کے نمونے جو حضور کی طرف سے روانہ ہوئے

مقوقس کے نام :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - من محمد عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس القبط سلام علی من اتبع الھدیٰ - امابعد فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتك اللہ اجرك مرتین فان تولیت فعلیك اثم کل القبط یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ الخ

خالد بن ولید کے نام :- سلام علیك فانی احمد الیك اللہ الذی لا الہ الا ھو - امابعد فان کتابك جاءنی مع رسولك یخبرنی ان بنی الحارث قد

اسلموا قبل ان نقاتلهم و احالوا الی ما دعوتهم الیه من اسلام۔
ایسی ہی خلفائے راشدین کی تحریرات ہیں ملاحظہ ہوں۔

(حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تحریر دربارۂ خلافت) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ھذا ما عھد ابوبکر خلیفۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند آخر عھدہ بالدنیا واول عھدہ بالاخرۃ فی الحال التی یؤمن فیھا الکافر ویتقی فیھا الفاجر انی استعملت علیکم عمر بن الخطاب فان برّ و عدل فذالک علمی ورائی فیہ فان جار و بدل فلا علم لی بالغیب والخیر اردتُ ولکل امرئٍ ما اکتسب۔

(مراسلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بنام عمرو بن العاص) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من الخلیفۃ عمر بن الخطاب الی عمرو بن عاص علیہ سلام اللہ تعالی وبرکاتہ، اما بعد فان ادرکک کتابی ھذا وانت لم تدخل المصر فارجع عنھا واما اذا ادرکک وقد دخلتھا او شیئاً من ارضھا فامض واعلم انی ممدک

(قحط سالی میں غلہ بھیجنے کیلئے فاروق اعظم نے عمرو بن عاص کو یہ مراسلہ روانہ فرمایا) من عبداللہ عمر امیر المؤمنین الی العمرو بن العاص سلام۔ اما بعد فلعمری یا عمرو وما تبالی اذا شبعت انت ومن معک ان اھلک انا ومن معی فیا غوثاہ ثم یا غوثاہ۔

(عمرو بن عاص نے اس مراسلہ کا یہ جواب دیا) الی امیر المؤمنین عمر بن الخطاب من عمرو بن العاص اما بعد فیا لبیک ثم لبیک قد بعثت الیک بعیرا اولھا عندک اخرھا عندی والسلام

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فرمان افسروں کے نام) اما بعد فانکم

حماة المسلمین وزادتهم وقد وضع لکم عمر ما المرغب عنا بل کان عن ملاء منا ولا یبلغن من احد منکم تغیر ولا تبدیل فیغیر الله مابکم ولیستبدل بکم غیرکم فانظروا کیف تکونوا فانی انظر فیما الزمنی الله النظر فیه والقیام علیه۔

مراسلات کی جامعیت اور خیر الکلام ماقل ودل کی شان منقولہ بالا مراسلات سے اہل علم پر واضح ہے۔ اور عہد اموی میں تو کتابت ایک مستقل فن ہوچکا تھا اور ماہرین فن کی تعداد بھی اچھی خاصی ہوچکی تھی۔

سالم جو ہشام بن عبدالملک کا کاتب تھا مشہور اسٹینو ہوا ہے۔

عبدالحمید بن یحیی مشہور منشی اور اصطلاح موجودہ کا نامور اسٹینو گزرا ہے۔

ابن المقفع بھی کسی طرح عبدالحمید سے کم پایہ نہ تھا۔ اگرچہ اُسے عروج عہد عباسیہ میں نصیب ہوا۔

عبدالحمید بن یحیی شام کا رہنے والا ابو العلا سالم کا شاگرد تھا۔ شروع میں یہ لڑکے پڑھایا کرتا تھا اور تلاش معاش میں سرگرداں رہتا تھا۔ حتی کہ مروان بن محمد کے یہاں یہ منصب کتابت پر متمکن ہوگیا۔ اور اس نے اس منصب جلیلہ کی خدمات اس قابلیت سے انجام دیں کہ اس کی فصاحت وبلاغت انشا پردازی کا آوازہ تمام بلاد اسلامیہ میں پھیل گیا۔ حتی کہ فن کتابت کا اُسے استاد اول تسلیم کیا گیا چنانچہ ادبا میں یہ مشہور ہے۔ فتحت الرسل بعبد الحمید وختمت بابن الحمید۔

(تصنیف وتدوین)

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عہد جہالت میں نہ کوئی علم مدون ہوا۔ نہ

کوئی کتاب تصنیف ہوئی۔ اور اگر کوئی کتاب لکھی بھی گئی ہو تو تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ عربی میں سب سے قدیم کتاب قرآن کریم ہے۔ جس کی تعلیم نے عرب جیسی وحشی اور جاہل قوم کو تمام علوم کا استاد اور علم و ہنر کا امام بنا دیا۔ لیکن یہ کتاب نہ تصنیف شدہ ہے نہ اس پہ تدوین کے ہاتھ کا اثر ہے۔ یہ کتاب یقیناً قدیم ہے۔ اور رب الارباب کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے بوسیلہ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نازل ہوئی۔ جیسا کہ ہم اول بھی بتا چکے ہیں کہ ظہور اسلام کے وقت قریش میں جسے سب سے بڑا قبیلہ مانا گیا ہے صرف سترہ آدمی خواندہ تھے۔ اور سب سے پہلے خود حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فن کی اشاعت کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ حضور کی وفات تک مندرجہ ذیل سرمایہ علاوہ قرآن کے تحریر میں جمع ہو چکا تھا۔

(۱) وہ حدیثیں جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص یا حضرت علی و حضرت انس رضی اللہ عنہم نے قلمبند کیں۔

(۲) تحریری احکام اور معاہدات اور فرامین جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل کے نام بھیجے۔

(۳) وہ خطوط جو حضور نے سلاطین و امرا کے نام ارسال فرمائے۔

(۴) پندرہ سو صحابہ کے نام۔

پھر حضور کے بعد خلافت راشدہ میں تحریری ذخیرہ میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن عہد صدیقی و فاروقی میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع نہیں ہوا۔ البتہ کتاب اللہ کا اہتمام علی وجہ الاتم موجود تھا۔ باقی احادیث وغیرہ کسی قسم کی تالیف و تصنیف کی احتیاج بھی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ خیر القرون میں امور دینی و دنیوی کا مرجع و مرکز مسلمانوں کے لئے قرآن کریم ہی تھا۔ اور اگر انہیں کوئی پیچیدگی

پیش آتی تو اُس کے حل کرنے کو فقہائے صحابہ اور خلفاء موجود تھے اور کافی تعداد میں وہ صحابہ حیات تھے جنہیں حرف بحرف احادیث نبوی یاد تھیں۔

پھر صحابہ و خلفائے راشدین کے عہد فضیلت مہد میں فقہ و حدیث کی کافی اشاعت تھی۔ بہت سے درس کے حلقے قائم تھے لیکن بوجہ اس کے کہ اُن کا حافظہ بحد غایت قوی تھا۔ یہ تمام تر درس و تدریس زبانی تھا۔ اُن کے زمانہ کا حافظہ موجودہ زمانہ کا سا نہ تھا کہ ابھی جو بات سنی تو ایک گھنٹہ بعد اُس کے الفاظ محو ہو گئے۔ حتی کہ مضمون بیان ہی خبط ہو گیا۔

البتہ بنو امیہ کے عہد میں حکماً علما سے علوم تصنیف کرائے گئے۔ امام زہری کہتے ہیں۔ كُنَّا نَكْرَهُ كِتَابَ الْعِلْمِ حَتّٰى أَكْرَهَنَا عَلَيْهِ هٰؤُلَاءِ الْأُمَرَاءُ۔ ہم لوگ علم کو تحریر میں لانا پسند نہیں کرتے تھے حتی کہ ان امراء نے ہمیں مجبور کر کے تصنیفات کرائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہ نے عبید بن شریہ سے قدما کی تاریخ لکھوائی۔ جس کا نام **کتاب الملوك اخبار الماضیین** تھا۔ اور افسوس کہ یہ اب معدوم ہے۔ مختصر یہ کہ تصنیف و تدوین کا سلسلہ بھی خلافت امیہ کے آغاز سے ہی چلنا شروع ہو گیا۔ چنانچہ دورِ اموی میں علوم شرعیہ سے علم قرأت تفسیر فقہ حدیث وغیرہ مدون ہو گئے اور علوم لسانیہ سے نحو وغیرہ علم تاریخ بھی مدون ہوا۔ اور علوم یونانی کا ترجمہ بھی اس دور میں شروع ہو گیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ علوم و فنون کا وہ چمن جو دور عباسی میں پھلا پھولا وہ اس عہد اموی کا لگایا ہوا پودہ تھا۔ پھر ہمیں افسوس کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ اس دور کی مؤلفات ہم تک نہیں پہنچیں۔ محض اُن کا ذکر ہی ذکر ملتا ہے۔ البتہ حرف اور حرف ایک تفسیر ابن عباس ملتی ہے۔ علاوہ شعرا اموی کا کلام بھی سدۃ کی منتشر

روایات سے مل رہا ہے اصل ان کی بھی معدوم ہے۔
اب ہم قدرے علوم شرعیہ پہ بحث کر کے اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں۔

(علم القرأت)

لغت میں قرأت کے معنی محض پڑھنے کے ہیں۔ مگر علم القرأت سے مراد قرآن پڑھنے کا علم اصطلاح شرع میں مقرر ہو گیا۔ اور یہ علم اس مفہوم میں اسی وقت مان لیا گیا تھا۔ جبکہ قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ ابتداءً ہر خواندہ قرآن پڑھنے والا قاری کہلاتا تھا۔ اور خواندہ ناخواندہ کا امتیاز اس سے ہوتا تھا۔

پھر عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لفظ قاری اُن لوگوں کے لئے استعمال ہونے لگا۔ جو قرآن پڑھنے پڑھانے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے خذوا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ ابن مسعود وسالم ومعاذ وابی بن کعب۔ قرآن کو ان چار صحابہ سے عبداللہ بن مسعود سالم معاذ ابی ابن کعب رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ان کے علاوہ بہت سے قاری صحابہ میں تھے۔ غزوہ بیر معونہ میں جو شہید ہوئے وہ سب قاری تھے۔ ان کی تعداد ستر تھی۔ عہد خلفاء راشدین میں قرأت کسی فن کی شکل میں مقرر نہیں ہوئی۔

عہد بنو امیہ میں قرأت نے خاص فن کی شکل اختیار کی۔

جس کے مباحث اختلاف قرأت متواترہ مخارج حروف کیفیت ادا محاسن قرأت ترتیل۔ وصل۔ وقف۔ مد۔ قصر۔ ادغام۔ اظہار۔ اخفاء۔ امالہ حروف بو۔ بوقف وغیرہ اصطلاحات کے ساتھ یہ سات قرأتیں مقرر ہوئیں۔ جو سات ائمہ قرأت کی طرف منسوب ہیں۔

عبداللہ بن عمر	شامی	متوفی سنہ ۱۱۸ھ
عبداللہ بن کثیر	مکی	" سنہ ۱۲۰ھ
عاصم	کوفی	" سنہ ۱۲۸ھ
یزید بن القعقاع	مدنی	" سنہ ۱۳۲ھ
ابوعمرو بن العلا	بصری	" سنہ ۱۵۵ھ
حمزہ بن حبیب	بصری	" سنہ ۱۵۶ھ
نافع بن عبدالرحمن	مدنی	" سنہ ۱۶۹ھ

بعض نے یزید بن القعقاع کو ابوالحسن علی بن حمزہ کوفی المعروف بہ کسائی متوفی سنہ ۱۸۹ھ لکھا ہے۔

مندرجہ بالا ہفت قراء میں سے تین یا چار عہد عباسی کے ہیں۔ یہ ساتوں قرائتیں جائز ہیں۔ ان سب کا سلسلہ اسناد طریق صحیح و متواترہ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اور ان سے قرآن کریم کے تواتر میں کوئی خلل نہیں آتا اور نہ معانی و مطالب میں کسی قسم کا فرق پیدا ہوتا ہے۔ اس فن میں تالیفات کا سلسلہ عہد عباسی میں شروع ہوا۔ اس سے قبل سینہ بسینہ ہی اس کا اجرا تھا۔

(تفسیر)

عہد نبوی میں علم تفسیر مدون نہیں ہوا۔ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی اس کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ اس لئے کہ اصحابہ کا دور دورہ تھا۔ وہ زبان کے اعتبار سے مفہوم سمجھتے تھے، ہر آیت کے شان نزول کا انہیں علم تھا۔ بایں ہمہ کسی حکم کی وضاحت حاصل کرنے کی احتیاج ہوتی تو خود سرکار جلوہ

افروز تھے - پھر خلفائے کرام کا عہد تربیت عہد تھا۔

آخر جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور کثرت سے غیر عرب اسلام میں داخل ہو گئے تو اُن کو قرآن کریم سمجھنے کے لئے مشکلات واقع ہونے لگیں تو تفاسیر کی تالیف ان عجمی مسلمانوں کی مشکلات رفع کرنے کے لئے قرآن کریم کے مشکل الفاظ و جملات کی بجائے نسبتہً سہل الفاظ اور فقروں سے اس کا مفہوم سمجھانے کے لئے تفسیر کی احتیاج ہوئی - عہد اموی کے آخر تک اگرچہ علم تفسیر کی باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی - مگر اس کی بنیاد عہد نبوی میں ہی قائم ہو گئی تھی -

اس لئے کہ صحابہ کرام میں بھی مطالب قرآنی کے سمجھنے سمجھانے میں تمام صحابہ یکساں نہ تھے اور ایسا ہو بھی کیونکر سکتا تھا - اس لئے کہ ذہانت ذکاوت، فہم فراست قرب صحبت درجہ فضیلت کے اعتبار سے ان میں بڑا فرق تھا - یہی وجہ تھی کہ قرآن لینے کے لئے حضور نے ابی بن کعب اور سالم عبداللہ بن مسعود معاذ رضی اللہ عنہم کا نام فرمایا - خاص صحابہ میں ایک جماعت وہ تھی جو معانی بیان کرنے میں مرجع انام تھی - جن میں مذکورہ چار صحابہ اور ابو موسیٰ اشعری عبداللہ بن زبیر انس بن مالک ابوہریرہ جابر عبداللہ بن عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین خاص طور پر قابل ذکر ہیں - اور صدیق اکبر فاروق اعظم - ذوالنورین رضی اللہ عنہم سے تفسیری مضامین اگرچہ ہیں - لیکن نسبتاً بہت کم مروی ہیں اس لئے کہ ان پر امور خلافت کی ذمہ داری اتنی زیادہ تھی کہ درس تدریس کی فرصت کم ملتی تھی -

عہد اسد اللہ کرم اللہ وجہہ میں حضرت علی سے تفسیر اصحاب ثلاثہ کی نسبت زیادہ ہے اور ان سے زائد حضرت ابن مسعود المتوفی ۳۲ھ سے مروی ہے - غرضیکہ سب سے

زیادہ تفسیری جملات صحابہ میں سے حضرت ابن عباس سے مروی ہیں۔ اور آپ فقہاء صحابہ میں مانے ہوئے تھے۔ آپ کی وفات ۶۸ھ میں ہوئی۔

حضرت ابن عباس سید المفسرین کے ثقہ راوی علی ابن ابی طلحہ ہاشمی متوفی ۱۴۳ھ ہیں۔ جن پہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اعتماد کیا ہے۔ اور ضعیف سلسلہ روایت کلبی عن ابی صالح کا ہے۔

صحابہ کرام کے بعد تعلیم قرآن کے دو مرکز ہوگئے۔ مکہ معظمہ اور کوفہ۔

مکہ میں حضرت سید المفسرین ابن عباس کے شاگرد مجاہد۔ سعید بن جبیر عکرمہ۔ طاؤس بن کیسان۔ عطا بن ابی رباح وغیرہم تھے۔

اور کوفہ میں حضرت ابن مسعود کے تلامذہ علقمہ بن قیس۔ اسود بن یزید شعبی ابراہیم نخعی وغیرہم تھے۔

ان کے علاوہ ابو العالیہ رفیع ابن فہران متوفی ۹۰ھ۔ عطیہ بن سعید العوفی متوفی ۱۱۱ھ ضحاک بن فراحم قتادہ بن دعامہ المتوفی ۱۱۷ھ حسن البصری المتوفی ۱۲۱ھ طبقہ تابعین میں سے قابل ذکر ہیں۔

صدر اسلام میں تفسیری روایات صرف زبانی نقل ہوتی تھیں۔

سب سے پہلے مجاہد المتوفی ۱۰۴ھ نے تفسیر لکھی۔ آپ فرماتے ہیں۔
عرضت القرآن علی ابن عباس ثلثین مرۃ۔ آپ کی تفسیر نہایت درجہ معتبر ہے۔ اور امام بخاری امام شافعی کی معتمد علیہ ہے۔ لیکن آج افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ تفسیر ہم میں موجود نہیں۔

یہ بھی مشہور ہے کہ سب سے پہلے حضرت سید المفسرین ابن عباس نے تفسیر لکھی جو موجود ہے اور تمام تفاسیر کا ماخذ یہی تفسیر ہے۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تدوین کتب شروع ہوئی۔ تو

خلیفہ عبدالملک کے حکم سے پہلی صدی ہجری میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تفسیر لکھی اور عطا ابن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے وہ سعید بن جبیر ہی کی ہے۔ عطا کو یہ تفسیر خزانہ شاہی سے ملی۔ انہوں نے اُسے اپنے نام سے شائع کر دیا۔

تابعین کے بعد اُن کے شاگردوں نے تفاسیر لکھیں اُن کے نام یہ ہیں۔ سفیان بن عیینہ۔ وکیع ابن الجراح۔ شعبہ۔ یزید بن ہارون۔ عبدالرزاق۔ آدم بن ابی ایاس۔ اسحاق بن راہویہ روح بن عبادہ وغیرہم۔

حتیٰ کہ پھر اس قدر تفسیریں لکھی گئیں کہ شمار نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری صدی ہجری میں امام ابن جریر طبری نے اپنی مشہور تفسیر لکھی۔ جو احسن التفاسیر کے لقب سے مشہور ہے۔ اس لئے کہ زمانہ مابعد کی تمام تفاسیر کا ماخذ یہی تفسیر ہوئی۔

علم حدیث

علم حدیث وہ علم ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور احوال معلوم ہوتے ہیں۔

شریعت اسلامی کی بنیاد شروع سے ہی قرآن کریم پھر حضور کے اقوال و افعال پر ہے۔ اور اس پر عمل تعمیل حکم قرآن ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا کے مطابق ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بغیر حدیث قرآن پر عمل ناممکن ہے۔ مثلاً قرآن کریم مسلمانوں کو اقیموا الصلوٰۃ کہہ کر نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن اُس کی عملی کیفیت کی تفصیل کہ کتنی رکعت کس کس وقت اور کس طرح پڑھیں۔ اُس میں کیا کیا پڑھیں یہ سب ما اتاکم الرسول

فخذوہ کی تعمیل میں زبان مصطفےٰ سے لیا گیا۔ یہی حضور کا عمل کرکے بتانا اور ثنا و تسبیح کا تعلیم دینا تشہد اور درود وغیرہ کی تاکید فرمانا اپنے اقوال و اعمال سے تصریح فرمانا اس کا نام حدیث ہے۔ اور اس کی ضرورت نزول قرآن کے ساتھ ہی پیدا ہوگئی تھی۔ چنانچہ آتوالزکوٰۃ کا حکم جب آیا تو تصریح زکوٰۃ زبان مصطفےٰ سے حاصل ہوئی کہ چالیسواں حصہ مال نامی سے دیا جائے حولان حول کے بعد ہمیشہ ادا کرنا ضروری ہے ایسے ہی گائے بیل اونٹ بکری سبزی پھلی پھوپی ترکاریوں پہ زکوٰۃ کی تصریح حدیث نبوی کے ماتحت ہی معمول بہ ہوئی۔ اور ہمیشہ آیات قرآنیہ کے ساتھ ساتھ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو اپنا فرمان بھی سنایا کرتے تھے۔ بیرونی وفود حاضر آتے تو انہیں تصریح آیات قرآنی فرماتے۔ نماز و زکوٰۃ کے طریقے بتاتے اور حکم دیتے (احفظوہ واخبروہ من ورائکم) ان تصریحات کو خوب یاد کرلو اور جو لوگ تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں انہیں صحیح صحیح پہنچادو۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی قبیلہ مشرف بہ اسلام ہوتا تو حضور اپنے صحابہ میں سے کسی کو اس قبیلہ کی تعلیم کے لئے بھیج دیتے۔ یہ لوگ انہیں نہ صرف قرآن کریم ہی سکھلاتے بلکہ حضور کے اقوال و افعال بھی صحیح صحیح بیان کرتے۔ خود صحابہ میں بعض وہ ہوتے تھے کہ خدمت نبوی میں حاضر رہنے کا شرف رکھتے تھے اور بعض وہ ہوتے جنہیں جمعہ جمعہ حاضری میسر ہوتی اور بعض ایسے بھی تھے جو عیدین میں ہی جمال جہاں آرا سے مشرف ہوتے۔ تو درباری صحابہ انہیں جب وہ ملتے۔ فرامین سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچاتے۔ اس لئے کہ بغیر حضور کے فرامین کے توضیح فرمان الٰہی ممکن ہی نہ تھی۔ اسی لئے قرآن کریم میں بھی قرآن کریم سمجھنے کے لئے حضور ہی کی طرف رجوع کا حکم ہے۔ چنانچہ ولو ردوہ الی الرسول کا یہی مفہوم ہے۔ اور جسے زمانہ بابرکت سید عالم نہ ملے اس کے لئے والی

اولی الامر فرما کر منصب کی قید سے مقید کر دیا کہ پھر علماء مجتہدین سے سمجھنا ضروری ہے۔ مگر اپنے دین کے علما سے نہ کہ یہود و نصاریٰ و دیگر فرقوں سے۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ ہی فرمان نبی رحیم بھی چونکہ حجت ہے۔ اس لئے حضور کی بعثت سے ہی روایت حدیث کا سلسلہ قائم ہو چکا تھا اور عہد رسالت میں ہی اشاعت حدیث شروع ہو گئی تھی۔ صحابہ کرام نے حضور سے سنے ہوئے فرمان تابعین کو سنائے۔ تابعین نے تبع تابعین تک پہنچائے۔ اس طرح سلسلہ اسناد محفوظ ہوا۔ اور صحت بیان لازمی یوں ہوا کہ حضور نے اعلان فرمایا کہ من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ منسوب کرے وہ اپنی خوابگاہ جہنم میں ڈھونڈھ لے۔

روایت حدیث میں سب صحابہ کا درجہ بھی برابر نہ تھا۔ اس لئے کہ بعض وہ تھے جو خدمت والا میں حاضر رہتے اور بعض وہ جنہیں حاضری بارگاہ کم میسر ہوتی۔ بعض فہم و فراست میں دوسروں سے بڑھے ہوئے تھے۔ پھر حافظہ کے اعتبار سے سب یکساں نہ تھے۔ غرضکہ بلحاظ روایت حدیث صحابہ کرام میں فرق مراتب تھے۔ چنانچہ سب سے زیادہ حدیثیں حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہیں۔ آپ کو حدیث یاد رکھنے اور بیان کرنے کا بہت شغف تھا۔ مگر روایت حدیث میں فاروق اعظم حضرت علی شیر خدا حضرت عبداللہ بن مسعود ابی بن کعب زید بن ثابت ابوموسیٰ اشعری معاذ بن جبل ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مرتبہ بڑھا ہوا تھا۔

❁

علم حدیث کی تدوین

علم حدیث کی تدوین باقاعدہ تو عہد عباسی میں ہوئی۔ لیکن احادیث کا قلمبند کیا جانا حضور کے عہد میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو۔ حضرت علی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہم نے کچھ حدیثیں لکھیں اور اس بیاض کا نام جس میں حضرت عبداللہ بن عمرو حضور سے سن کر احادیث جمع فرمایا کرتے تھے "صادقہ" رکھا تھا۔

پھر عہد خلفائے راشدین میں فقہ و حدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی۔ اور جا بجا درس و تدریس کے حلقے قائم ہوئے مگر جو کچھ تھا زیادہ تر زبانی ہی تھا۔ اس لئے کہ ان لوگوں کے حافظے قدرت نے ایسے قوی فرمائے تھے کہ انہیں لکھنے کی احتیاج ہی نہ تھی۔

جب عہد بنو امیہ آیا تو حکماً علما سے وہ احادیث جمع کرائی گئیں۔ سب سے پہلے امیر معاویہ نے عبید بن شریہ سے قدما کی تاریخ لکھوائی جس کا نام اخبار الماضیین رکھا گیا۔

پھر عبدالملک نے سعید بن جبیر سے تفسیر قرآن مرتب کرائی۔ جو عطا بن دینار کے نام سے مشہور ہے۔

پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد میں تصنیف و تالیف کی طرف خاص توجہ مبذول کی اور ممالک میں حکم بھیجدیا کہ احادیث نبوی قلمبند کی جائیں۔

تعمیل حکم میں سب سے پہلے سعد بن ابراہیم نے احادیث جمع کیں جو بہت بڑے محدث اور قاضی مدینہ منورہ تھے۔

امام زہری المتوفی ۱۲۴ھ نے ایک کتاب مغازی پر لکھی جو اس فن کی پہلی تصنیف تھی۔ امام زہری اپنے وقت کے سر آمدِ علماء سے تھے لیکن افسوس کہ یہ کتاب اب موجود نہیں۔

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں خلیفہ منصور عباسی نے فن حدیث پر مستقل کتابیں تالیف کرائیں۔ سب سے پہلے جس نے حدیث میں کتاب تالیف کی وہ ربیع بن صبیح تھا۔

بعض کی تحقیق میں پہلی فن حدیث میں کتاب لکھنے والے امام مالک بن انس ہیں۔ امام مالک کی کتاب مؤطا آج تک علم حدیث میں مشہور و معتبر ذخیرہ ہے۔

علم فقہ

فقہ کے لغوی معنی کسی شے کا سمجھنا ہے۔ اور عرف شرع میں کلام الٰہی و احادیث نبوی سے احکام و مسائل مستنبط کرنے کو فقہ کہتے ہیں۔

یہ فن عہد نبوی میں بھی تھا۔ مگر اقسام احکام مخترع نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ اس کی حاجت ہی نہ تھی۔ ہر صحابی حکم کی نوعیت سمجھتا تھا۔ جانتا تھا کہ یہ حکم تشفیقی ہے یا تادیبی وجوبی ہے یا استحسانی۔ حضور کے حکم کے ساتھ سننے والوں کا ذہن اس کی نوعیت کی طرف متبادر ہو جاتا تھا۔ جیسے طرز تکلم سے آج بھی اہل زبان سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً اگر کہا جائے۔ یہ کیوں کر رہے ہو؟ اس سے کیا فائدہ ہے؟ اور یہ کیوں کیا جواب دو۔ اور یہ ہرگز نہ کرنا چاہئے تھا۔ تینوں طرز تکلم اپنی نوعیت کی اہمیت واضح کر رہے ہیں۔ فلاں کام نہ کرو تو اچھا ہے۔ فلاں کام ہرگز نہ کرنا۔ فلاں کام دیکھ لو اگر ضروری ہے تو کر لو۔ اس سے مقصد قائل واضح ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام حضور کے طرز تکلم سے سمجھ لیا کرتے تھے کہ اس طرز تکلم میں ممانعت ہے۔ اس میں رخصت ہے۔ اس میں اظہار ناپسندیدگی ہے۔ فرض واجب سنت مستحب حرام حلال مباح خلاف اولیٰ مکروہ تحریمہ مکروہ تنزیہی یہ اصطلاحات ہمارے سمجھانے کے لئے مقرر ہوئیں۔ اس کی ابتدا اس وقت ہوئی جب فتوحات اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوا۔ اور نئے نئے واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ سابقہ احکام پر قیاس کر کے اجتہاد استنباط کی ضرورت پڑی۔

چنانچہ عہد صحابہ کرام ہی میں احکام و مسائل کا ایک دفتر مرتب ہو چکا تھا۔ اور اخذ احکام کے طریقے قائم ہو گئے تھے۔

وہ صحابہ جو فقیہ مانے گئے اُن کے نام خاص طور پر یہ ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔ حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

ان چاروں میں سے حضرت علی اور ابن مسعود زیادہ تر کوفہ میں رہے اور اُن کے احکام کی ترویج اُسی علاقہ میں ہوتی۔ اور اسی وجہ میں کوفہ مرکز فقہ بن گیا۔

اور حضرت فاروق اعظم اور سید المفسرین ابن عباس حرمین شریفین میں رہے۔ ان کی وجہ سے حرمین دار العلوم بن گیا۔

رہے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہ الکریم ان کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان کے مرتبہ تفقہ کو حدیث نبی علیہ السلام انا مدینۃ العلم و علی بابھا واضح کر رہی ہے۔ حضرت ابن مسعود حدیث و فقہ میں کامل اور قرآن کریم کے سب سے زیادہ عالم تھے۔

طبقہ تابعین میں تو دس ہستیاں ایسی گذری ہیں۔ جن کے ذریعے شمع اسلام کی روشنی افق عالم میں نور بیز ہوئی۔ سعید بن المسیب۔ ابوبکر بن عبدالرحمن۔ قاسم۔ عبیداللہ۔ عروہ۔ سلیمان۔ خارجہ علقمہ۔ اسود۔ عبداللہ ابن مسعود یہ حدیث و فقہ کے بہترین معلم تھے۔ ان کے تلامذہ بکثرت ہیں خاص خاص کے نام یہ ہیں۔

اسود۔ عبیدہ۔ حارث۔ علقمہ۔

علقمہ معلومات دینی میں اپنے اُستاد کے ہم پلّہ مانے گئے۔ حتیٰ کہ صحابہ بھی اُن سے دریافت کرنے آتے۔ اسود کی قابلیت بھی بلند درجہ پر تھی۔

ان دونوں کے انتقال کے بعد ابراہیم نخعی نے فقہ کو بہت وسعت دی۔ یہاں تک کہ یہ فقیہ العراق کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ان کے عہد میں مسائل فقہ کا ایک مجموعہ تیار ہو گیا تھا۔ جس کا ماخذ احادیث نبوی اور حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے فتویٰ تھے۔

ابراہیم نخعی کے شاگردوں میں حضرت حماد نہایت ممتاز تھے۔ حماد نے سنہ ۱۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔

ان کے بعد حضرت امام ہمام ابو حنیفہ النعمان مسند فقہ و ارشاد پر متمکن ہوئے۔ امام صاحب کے زمانہ تک اگرچہ فقہ کے معتدبہ مسائل مدون ہو چکے تھے۔ لیکن چونکہ سابقہ تدوین صرف زبانی تھی۔ جو ایک مستقل فن کی حیثیت میں نہ تھی۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اُستاد حماد کے انتقال پر سنہ ۱۲۰ھ میں جبکہ تمدن اسلام وسیع ہو گیا تھا اور عبادات و

معاملات کے متعلق اس کثرت سے واقعات پیدا ہو گئے تھے اور ہوتے جاتے تھے کہ ایک مرتب قانون کے مجموعہ بغیر کسی طرح کام چلنا دشوار تھا تدوین فقہ کا خیال فرمایا۔

آپ نے اس مہتم بالشان کام کی تکمیل محض اپنی ذاتی رائے اور معلومات کی بنا پر نہیں کی بلکہ اس میں اپنے زمانہ کے نامور اور قابل تلامذہ بھی شریک کئے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔ یحییٰ بن ابی زائدہ۔ حفص بن غیاث۔ قاضی ابو یوسف۔ داؤد الطائی۔ امام زفر قاسم بن معنیٰ امام محمد رحمہم اللہ۔

اس کام میں کم و بیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا۔ یعنی ۱۲۱ھ سے ۱۵۰ھ تک جو امام صاحب کی وفات کا سن ہے۔ اس مدت سنی ۳۰ سالہ میں عہد اموی کے گیارہ بارہ سال بھی شامل ہیں اور بقیہ مدت دور عباسی کی ہے یہی وجہ ہے کہ علوم فقہ کی تدوین کو عہد عباسی کا کارنامہ کہا جاتا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ فقہ کو آج روایتاً اور نقلاً امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کی تصانیف و تالیف سے لیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ امتداد زمانہ نے وہ مجموعہ فقہ جو امام ہمام کا تھا۔ ہم سے اصالۃً معدوم کر دیا۔

(علم مغازی)

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مغازی پر سب سے پہلے امام زہری متوفی ۱۲۴ھ نے کتاب تالیف کی بعض کی تحقیق ہے کہ فن مغازی میں سب سے پہلے عروۃ ابن زبیر متوفی ۹۴ھ کی کتاب ہے۔ ان کی علاوہ شعبی المتوفی ۱۰۹ھ وہب بن منبہ المتوفی ۱۱۴ھ عاصم بن عمر قتادہ انصاری المتوفی ۱۲۱ھ یعقوب بن عتبہ المتوفی ۱۲۸ھ بھی قابل ذکر ہیں۔ اس لئے کہ یہ حضرات عہد اموی تک ایسے عالم گذرے ہیں کہ مغازی و سیر میں نہایت وسیع معلومات رکھتے تھے۔

ان میں سے بعض حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے اس فن میں باقاعدہ تعلیم دیتے تھے۔ امام زہری کے تلامذہ میں سے دو ایسے ہیں جنہوں نے شہرت حاصل کی۔ ایک موسیٰ بن عقبہ المتوفی سنہ ۱۴۱ھ دوسرے محمد بن اسحاق المتوفی سنہ ۱۵۰ھ۔ انہوں نے اس فن میں کتابیں بھی لکھیں۔ ابن اسحاق کی تصنیف سیرہ ابن ہشام کے نام سے آج بھی معتبر و مشہور مجموعہ ہے۔

علم تصوّف

لفظ تصوف کی اصل وہی ہے جو لفظ صوفی کی ہے۔ اور صوفی کی اصل کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ایک قول ہے کہ صوفی صفا سے مشتق ہے جس کے معنی پاکیزگی کے ہیں۔

(۲) صوفی صوف سے مشتق ہے جس کے معنی یکسوئی کے ہیں۔ اور ظاہر ہے صفائی قلب یکسوئی خاطر بغیر حاصل نہیں ہوسکتی تو تصوف کی بنیاد پاکیزگی اور یکسوئی پر ہے۔

(۳) لفظ صُفّہ صوفی کا مبدءِ اشتقاق ہے۔ اصحاب صفہ اُن چند صحابہ کرام کو کہا جاتا ہے جو تارک دنیا ہوکر مسجد نبوی کے پاس ایک چبوترہ یعنی صفہ پہ آکر بیٹھے تھے۔ اور مشغول ذکر و فکر رہ کر صحبت نبوی سے استفاضہ و استفادہ کرتے تھے۔ گویا اصحاب صفہ کے باقیات الصالحات نے صوفی کا لقب پایا۔ جن کے اسماء گرامی تذکرۃ الاولیا میں مذکور ہیں۔ جن کے حالات سیر الاولیا میں ہیں۔ جیسے عثمان ہارونی غریب نواز سرکار ہند اجمیری قطب صاحب۔ باوا صاحب نظام الدین اولیا۔ بہاؤالدین نقشبند۔ بہاؤالدین ذکریا ملتانی۔ موسیٰ پاک شہید۔ داتا گنج بخش ہجویری لاہوری۔ حضرت ایشاں شاہ اسحاق گازرونی مسجد وزیر خاں اور متاخرین میں حضرت سرکار گولڑہ مخزن علوم و فنون حضرت سید مہر علیشاہ صاحب

سائیں توکل شاہ انبالوی۔ شاہ فضل الرحمان گنج مرادآبادی۔ سرکار تونسہ شریف
سرکار سیال شریف قدس سرہم العزیز وغیرہ وغیرہ لاکھوں ہیں۔

(۴) بعض کی تحقیق میں صوفی کی اصل صفوی تھی۔ کثرت استعمال سے صوفی ہو گئی۔
(۵) بعض نے کہا صوفی صوف یعنی پشمینہ سے مشتق ہے۔ چونکہ علی العموم صوفیاء
کرام کا لباس پشمینہ ہوتا تھا۔ جو بہ تقلید انبیاء کرام یہ استعمال کرتے تھے۔
اس لئے صوفی کہلائے۔

اور غالباً نمبر ۵ کی توجیہ زیادہ صحیح ہو اس لئے کہ یہ لفظ حضرت حسن بصری المتوفی سنہ ۱۱۰ھ کے زمانہ میں مروج ہوا۔ اُن کے زمانہ میں اور حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کے اقوال میں یہ لفظ اسی توجیہ سے مستعمل ہوا ہے۔

کتاب اخبار مکہ کی ایک روایت کے مطابق یہ لفظ عہد اسلام سے قبل کا مروج ہے۔ لیکن عہد نبوی میں یہ مستعمل نہیں ہوا۔ بلکہ خلافت راشدہ میں بھی اس کا استعمال نہیں کیا گیا۔ اس پر قدرتاً یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ لفظ تصوف اور صوفی نہ عہد نبوی میں مستعمل ہوا نہ خلافت راشدہ میں۔ تو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ تصوف کا ماخذ حضور کی تعلیم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان لانے کے بعد صحبت میسر ہوئی۔ اُن سب کو بلا تفریق صحابی کہتے ہیں۔ یہ لفظ ایسا جامع فضائل ہے کہ اس میں جملہ مناقب و مکارم شامل ہیں۔ غوث۔ قطب۔ ابدال۔ اوتاد عام اولیا کا درجہ ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔ کسی صحابی کو صحابی کہہ دینے کے بعد حافظ۔ قاری۔ مفسر۔ محدث۔ فقیہہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے بعد عامتہ مسلمین میں سے جو شخص جس فن میں صاحب کمال ہوا۔ وہ اسی فن کی اضافت سے

موسوم ہوگیا۔ مثلاً جسے فن حدیث میں کمال تھا وہ محدث کہلایا۔ جسے فن تفسیر میں دسترس ہوئی وہ مفسر کہلانے لگا۔ جسے فقہ میں شغف تھا وہ فقیہہ کہلایا علیٰ ہذا البتہ صحابہ کے دیکھنے والے تابعی کے لقب سے ملقب ہوئے اور اُن سے ملنے والے تبع تابعی ہوئے۔ اسی طرح جو ذکر الٰہی میں منہمک ہوئے۔ علائق دنیاوی سے مجتنب رہے وہ صوفی کہلانے لگے اور اس فن کی کتابیں کتب تصوف سے ملقب ہوئیں اور اس فن کو تصوف کہا گیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ دوسری صدی کے ختم سے پہلے یہ اصطلاح عام ہوگئی تھی۔ اب حسب موقع یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اصحاب طائفہ نے تصوف کی تعریف کیا کی۔

مولانا شبلی نے سوانح رومی میں بتایا ہے۔ کہ مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا گیا۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت کیا ہے۔

تو آپ نے فرمایا۔ شریعت ہمچوں شمعیست کہ راہ می نماید۔ چوں در راہ آمدی ایں رفتن تو طریقت است وچوں بمقصود رسیدی آں حقیقت است۔ شریعت ایک چراغ ہے جو راہ دکھاتی ہے۔ جب راہ میں آجائے تو اس چلنے کا نام طریقت ہے اور جب منزل مقصود کو پہنچ جاتے وہ حقیقت ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔ حاصل آنکہ شریعت ہمچوں علم کیمیا آموختن است از استاذ یا از کتاب وطریقت استعمال کردن داروہا ومس را در کیمیا مالیدن وحقیقت زرشدن مس۔ یعنی شریعت مثل علم کیمیا کے ہے کہ اُسے استاد سے سیکھے یا کتاب سے حاصل کرے اور طریقت علم حاصل کرکے اُس کی دوائیں استعمال کرنا اور تانبہ پر اُن ادویہ کو ملنا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اُس تانبہ کا سونا بن جانا پھر تیسری مثال میں فرمایا۔ شریعت ہمچوں علم طب آموختن است وطریقت پرہیز کردن بموجب

علم طب و دارو خوردن ۔ و حقیقت صحت یافتن ۔ یعنی شریعت مثل علم طب سیکھنے کے ہے ۔ طریقت اُس علم کے مطابق پرہیز کرنا دوا کھانا ہے ۔ حقیقت صحت یاب ہو جانا ہے ۔

تمام مثالوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ شریعت علم ہے ۔ طریقت عمل ہے ۔ حقیقت اُس عمل کا نتیجہ ہے ۔ یا بہ الفاظ دیگر یوں سمجھئے ۔ کہ

اعتقاد اگر تقلید و استدلال سے پیدا ہو شریعت ہے ۔ اور اگر کشف و حال سے ہو پیدا ہو طریقت ہے ۔ اور کشف و حال کی قابلیت سلوک و تصوف مجاہدہ و ریاضت بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور اس کا نتیجہ حقیقت ہے تو واضح ہوا کہ شریعت و طریقت دو متضاد چیزیں نہیں بلکہ دونوں مثل جسم و جان کے ظاہر باطن اور پوست و مغز کی طرح ہیں ۔

تصوف کی ساری بنیاد اس پر ہے کہ آداب شریعت کی پابندی کی جائے کسی بزرگ نے تصوف کی نہایت جامع مانع تعریف فرمائی ۔

تصوف نام ہے خدا پر نظر رکھنا ۔ خدا ہی کو اپنا مقصود بنانا اور ماسوا و لایعنی مشاغل سے کوئی واسطہ نہ رکھنا ۔ نیکیوں طاعتوں کی جانب خلوص نیت سے پیش پیش رہنا ۔ بلائے الہی پر صابر قضاء الہی پر شاکر رہنا ۔ مجاہدہ و ریاضت میں لیل و نہار گذارنا ۔

صحابہ کرام میں سب سے بڑے ارباب شریعت صاحب طریقت حامل حقیقت خلفائے اربع تھے

جو تمام صوفیوں ولیوں غوثوں قطبوں پیروں مرشدوں کے سرگروہ اور پیشوا ہیں ۔

ان چاروں میں سب سے زیادہ افضلیت اور بعد الانبیا تمام انسانوں پر فضیلت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر بن الصدیق

پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا منصب جلیل ہے جن کے فضائل میں ارشاد ہوا۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب

پھر حضرت ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا منصب ہے۔

پھر حضرت مولاء کائنات اسد اللہ شیر خدا باب مدینۃ العلم علی رضی اللہ عنہ کا منصب ہے۔ جن کی شان میں ارشاد ہوا۔

انا مدینۃ العلم و علی بابھا

پھر حضرت شہزادہ گلگوں قبا شہید دشت کربلا امام حسن و حسین سید الشہدا کا منصب جلیل ہے۔

پھر اصحاب صفہ کا رتبہ ہے جو معاش دنیوی سے بے نیاز ہو کر اُس شمعِ نبوت پر پروانہ وار لیل و نہار نثار تھے۔

پھر عام صحابہ پھر تابعین جن میں حضرت اویس قرنی المتوفی سنہ ۳۷ھ اور سعید بن مسیب المتوفی سنہ ۹۳ھ اور خواجہ حسن بصری المتوفی سنہ ۱۱۰ھ رحمہم اللہ ہیں۔

ان کے بعد تبع تابعین ہیں جنکا زمانہ عصر عباسی میں شامل ہے۔

تابعین میں مندرجہ ذیل صوفیاء کرام قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) امام جعفر صادق المتوفی سنہ ۱۴۹ھ
(۲) امام ابو حنیفہ المتوفی سنہ ۱۵۰ھ
(۳) ابراہیم ادھم المتوفی سنہ ۱۶۱ھ
(۴) داؤد طائی المتوفی سنہ ۱۶۲ھ
(۵) فضیل بن عیاض المتوفی سنہ ۱۸۷ھ
(۶) جنید بغدادی المتوفی سنہ ۲۹۷ھ
(۷) ابوبکر شبلی المتوفی سنہ ۳۳۵ھ

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

عہد اموی میں تصوف پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی - پھر عہد عباسیہ کے اندر بزبان عربی اس علم میں جو کتابیں تالیف ہوئیں وہ یہ ہیں -

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف کتاب	سنہ وفات
۱	رسالۃ القصد الی اللہ	حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ	۲۹۷ھ
۲	کتاب اللمع	شیخ ابوالنصر سراج رحمۃ اللہ	۳۷۰ھ
۳	رسالہ قشیریہ	استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ	۴۶۵ھ
۴	فتوح الغیب	غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۵۶۱ھ
۵	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ	۶۳۲ھ
۶	فصوص الحکم	شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ	۶۳۸ھ

علوم لسانیہ

اس علم سے مراد نحو صرف بیان بدیع معانی وغیرہ علوم ہیں۔ عہد اموی کے ختم تک ان علوم میں سے بجز علم نحو اور کوئی علم وضع نہیں ہوا۔

پھر علم تاریخ و جغرافیہ علوم وضعیہ کا ذکر چونکہ ہمارے موضوع سے زائد ہے - لہذا اب ہم اس مختصر کو ختم کرتے ہیں -

اس لئے کہ طوالت مضمون بھی ناظرین کے لئے بار ہو جایا کرتی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ یہ مجالہ بعد مطالعہ آپ کی معلومات میں کافی اضافہ کا موجب ہوگا - لہذا

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہگارم

فقیر قادری ابوالحسنات
خطیب مسجد وزیر خان صدر مرکزی جمعیۃ العلما
پاکستان لاہور

۱۷؍جولائی ۱۹۵۲ء مطابق ۲۴؍شوال ۱۳۷۱ھ

یوم پنجشنبہ